مجلس انصار اللہ یو.کے. کا علمی تعلیمی و تربیتی مجلہ

انصار الدین

وفاء۔ظہور 1389 جلد 7 ، نمبر 4
جولائی۔اگست 2010

''انصار اللہ کے الفاظ پر غور کریں، اس عہد پر غور کریں جو آپ اپنے اجلاسوں اور اجتماعوں میں پڑھتے ہیں۔۔۔۔۔مطالبہ ہے تو یہ ہے کہ اللہ کے حقوق ادا کرو، اس کی مخلوق کے حقوق ادا کرو۔ اپنی عبادتوں کے وہ نمونے قائم کرو جو خدام کے لئے بھی مثال بن جائیں اور اطفال کے لئے بھی مثال بن جائیں، وہ تمہاری بیویوں کے لئے بھی مثال بن جائیں اور تمہاری بچیوں کے لئے بھی مثال بن جائیں۔ تمہاری مالی قربانیاں بھی ایسی ہوں جن کے نمونے سے دوسرے بھی فائدہ اٹھائیں''

(از خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز، مؤرخہ 5 نومبر 2006ء بر موقع سالانہ اجتماع مجلس انصار اللہ برطانیہ)

ڈبلن شہر میں حضور انور کی آمد کا ایک منظر

گیلوے شہر میں خطبہ جمعہ

﴿بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریمؐ　　وعلیٰ عبدہ المسیح الموعودؑ﴾

انصار الدین

جلد 7　نمبر 4　جولائی تا اگست 2010ء

فہرست مضامین

انصار اللہ کا عہد

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ
وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

مَیں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام اور احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظامِ خلافت کی حفاظت کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ آخر دم تک جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا۔ نیز مَیں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

زیر سرپرستی
صدر مجلس انصار اللہ: چودھری وسیم احمد
مدیر اعلیٰ: ڈاکٹر شمیم احمد
مدیر (اردو): محمود احمد ملک
نائب مدیر: نوید احمد، حبیب الرّحمٰن غوری
مدیر (انگریزی): احد بھنو
نائب مدیر: عمر احمد
معاونین: شیخ لطیف احمد، نعیم گلزار
مینیجر: قائد اشاعت
ترسیل: مسعود علی کبیر، اعجاز احمد

مجلس انصار اللہ برطانیہ کا

سالانہ اجتماع 2010ء

یکم، 2 و 3 / اکتوبر 2010ء

بروز جمعۃ المبارک، ہفتہ و اتوار

بمقام اسلام آباد، ٹلفورڈ

مزید معلومات اپنے مقامی زعیم حلقہ سے حاصل کی جاسکتی ہیں

"Ansaruddin" 181 London Road, Morden, Surrey SM4 5HF　　e-mail address: ansaruddinuk@hotmail.com

اداریہ

اجتماعات میں شرکت

ذیلی تنظیموں کا قیام سیدنا حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے عظیم الشان کارناموں میں سے ایک اہم ترین کارنامہ ہے۔الٰہی تائید سے جماعت میں زندگی کی نئی روح پھونکنے کے لئے اور فعالیت کے اعلیٰ معیار کو قائم کرنے کے لئے ذیلی تنظیموں کا قیام عمل میں لایا گیا۔ان مجالس کے قیام کی ایک اہم غرض حضرت مصلح موعودؓ نے جماعت کی اعلیٰ تربیت اوراس کے نتیجہ میں تقویٰ کے بلند مقام پر قائم ہونا قرار دیا ہے۔ذیلی تنظیموں میں شمولیت کو بھی لازمی قرار دیا گیا تا کہ جماعت کا ہر عمر کا طبقہ کسی نہ کسی تنظیم کے ساتھ منسلک رہے اوران برکات سے فائدہ اٹھا سکے جوان تنظیموں کے ساتھ وابستہ ہیں۔

اس روحانی نظام کو زیادہ مؤثر بنانے کے لئے اس بات کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے کہ ذیلی تنظیموں کے اجتماعات کا انعقاد کیا جائے تا کہ ممبران کو اس بات کا زیادہ سے زیادہ موقعہ مل سکے کہ وہ ذکر الٰہی کی مجالس میں شریک ہوں اور اپنی روحانی و اخلاقی ترقیات کے لئے کوشش کرسکیں۔ذیلی تنظیموں کے ان مرکزی اجتماعات کی اہمیت کا اندازہ اس طرح بھی لگایا جاسکتا ہے کہ وقت کی رعایت کے ساتھ خلفاء سلسلہ بنفس نفیس شریک ہوتے رہے ہیں اوراپنے روح پرور خطابات سے نوازتے رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر سال مجلس انصاراللہ یوکے کا سالانہ اجتماع منعقد ہوتا ہے۔امسال یہ اجتماع یکم اکتوبر تا 3۔اکتوبر 2010ء منعقد ہونا قرار پایا ہے۔اجتماع کی افادیت کے پیش نظر انصار بھائیوں سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ اس اجتماع میں شریک ہوں۔

ایک حدیث کے مطابق ایسے اجتماعات جن میں ذکر الٰہی کیا جائے وہاں فرشتے سایہ فگن رہتے ہیں۔چنانچہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو لوگ مجالس میں بیٹھ کر خدا تعالیٰ کو یاد کریں تو ان کو فرشتے گھیر لیتے ہیں اور رحمت ڈھانپ لیتی ہے اوران پر سکینت کا نزول ہوتا ہے اوراللہ تعالیٰ ان کا ذکر اپنے فرشتوں میں کرتا ہے۔(مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ذکرِ الٰہی کی مجالس کو تلاش کرتے ہیں اور وہاں بیٹھ جاتے ہیں یہاں تک کہ ان کے پروں سے زمین سے لے کر آسمان تک جگہ بھر جاتی ہے۔جب لوگ ان مجلسوں سے جدا ہو جاتے ہیں تو وہ فرشتے خدا تعالیٰ کے حضور پیش ہوتے ہیں اور پروردگار عزّ وجل ان سے پوچھتا ہے (حالانکہ وہ خوب جانتا ہے) کہ تم کہاں سے آئے ہو۔وہ عرض کرتے ہیں کہ ہم تیرے بندوں کے پاس سے آئے ہیں اور وہ تیری تسبیح کر رہے ہیں اور تیری تعریف کرتے ہیں اور تجھ سے کچھ مانگتے ہیں۔پروردگار فرماتا ہے کہ مجھ سے وہ کیا مانگتے ہیں۔فرشتے عرض کرتے ہیں کہ تجھ سے جنت مانگتے ہیں۔پروردگار فرماتا ہے کہ کیا انہوں نے میری جنت دیکھی ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں انہوں نے تو جنت کو نہیں دیکھا اے ہمارے مالک۔پروردگار فرماتا ہے اگر میری جنت کو دیکھتے تو کیا حال ہوتا ان کا!۔پھر فرشتے عرض کرتے ہیں وہ تیری پناہ مانگتے ہیں۔پروردگار فرماتا ہے کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں۔فرشتے عرض کرتے ہیں تیری آگ سے اے ہمارے مالک۔پروردگار فرماتا ہے کیا انہوں نے میری آگ کو دیکھا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں نہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر وہ میری آگ کو دیکھتے تو ان کا کیا حال ہوتا!۔فرشتے عرض کرتے ہیں وہ تیری بخشش چاہتے ہیں۔پروردگار فرماتا ہے کہ میں نے انہیں بخش دیا اور جو وہ مانگتے ہیں وہ انہیں دیا۔پھر فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے مالک! ان لوگوں میں ایک فلاں بندہ بھی تھا جو گنہگار ہے، وہ ادھر سے گزرا تو ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔پروردگار فرماتا ہے کہ میں نے اس کو بھی بخش دیا، وہ لوگ ایسے ہیں کہ جن کا ساتھی بدنصیب نہیں ہوتا۔(مسلم)

پس ہر ناصر سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے فضلوں کے حصول کے لئے اجتماع میں شمولیت کی بھرپور کوشش کرے گا۔

درس القرآن

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَراماً .اِنَّهَا سَآءَ تْ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَاماً .

(الفرقان 67-66)

ترجمہ: اور وہ (یعنی رحمٰن کے بندے) کہتے ہیں اے ہمارے ربّ! ہم سے جہنم کا عذاب ٹلا دے۔ اس کا عذاب ایک بہت بڑی تباہی ہے۔ وہ (دوزخ) عارضی ٹھکانہ کے طور پر بھی بُری ہے اور مستقل ٹھکانہ کے طور پر بھی (بُری ہے)۔

تشریح:

اس آیت میں عباد الرحمٰن کی ایک علامت یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! جہنم کے عذاب کو ہم سے دور رکھ۔ کیونکہ اس کا عذاب ایک بہت بڑی تباہی ہے اور جہنم بہت بُرا ٹھکانہ ہے خواہ وہ عارضی وقت کے لئے ہو یا مستقل طور پر۔

اس جگہ گو اخروی جہنم بھی مراد ہے جس سے ہر سچا مومن اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہے مگر دنیوی نقطہ نگاہ سے ہر امر جو انسان کے لئے دکھ اور تکلیف کا موجب ہو اور جس سے اس کی جان و مال یا عزت اور آبرو کو خطرہ ہو اور جو اسے قوم اور ملک کی نظروں میں گرانے اور ذلیل کرنے والا ہو وہ بھی اس کے لئے جہنم کا ہی رنگ رکھتا ہے۔ جہنم کے لفظ کا اطلاق ہر ایسی چیز پر ہوسکتا ہے جس کی طرف انسان پہلے تو بڑے شوق اور حرص کے ساتھ بڑھے مگر اس کے قریب پہنچے تو اس کا منہ بگڑ جائے اور وہ گھبرانے لگ جائے۔ یعنی پہلے تو بدیوں کی طرف رغبت کرتا ہے مگر جب ان کا انجام سامنے آتا ہے تو پھر اسے غلطی کا احساس ہوتا ہے۔ ان معنوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس آیت میں عباد الرحمٰن کی یہ علامت بتائی گئی ہے کہ وہ یہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ الٰہی ہمیں ہر ایسے کام سے بچائیو جو ہمیں دنیا و آخرت میں ذلیل کرنے والا ہو۔ تو ہمیں افلاس اور تنگدستی کے جہنم سے بچا، ہمیں کم علمی اور جہالت کے جہنم سے بچا۔ ہمیں بداخلاقی اور عیاشی کے جہنم سے بچا۔ ہمیں دنیا داری اور ہوس پرستی کے جہنم سے بچا۔ ہمیں اپنی آئندہ نسلوں کی خرابی کے جہنم سے بچا۔ ہمیں کفر اور شیطنت کے جہنم سے بچا، ہمیں لامذہبیت اور اباحت کے جہنم سے بچا۔ ہمیں اپنی محبت اور رضا سے دوری کے جہنم سے بچا۔ ہمیں منافقت اور بے ایمانی کے جہنم سے بچا، ہمیں خودسری اور جھوٹ اور ظلم اور تعدی کے جہنم سے بچا کیونکہ یہ برائیاں خواہ عارضی طور پر پیدا ہوں یا مستقل طور پر بہرحال ان کا پیدا ہونا ہمارے لئے تباہی اور رسوائی کا باعث ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ مستقل طور پر ان خرابیوں کا پیدا ہونا تو الگ رہا ہم میں عارضی طور پر بھی یہ خرابیاں نہ پیدا ہوں اور ہمیشہ صراطِ مستقیم پر قائم رہیں۔

ان معنوں کے علاوہ اس میں اخروی جہنم کے عذاب سے بھی بچنے کی دعا سکھلائی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ جہنم عارضی رہائش کے لحاظ سے بھی بہت برا ٹھکانہ ہے اور مستقل رہائش کے لحاظ سے بھی بہت برا ٹھکانہ ہے۔

یہ ایک بہت جامع دعا ہے جو دنیا اور آخرت کی تمام تکالیف اور عذابوں سے بچنے کے لئے سکھلائی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کی یہ علامت بتائی گئی ہے کہ باوجود اس کے کہ انہیں دنیا پر غلبہ حاصل ہوتا ہے پھر بھی قومی تنزل کا خوف ہر وقت انہیں آستانہ ایزدی پر جھکائے رکھتا ہے اور وہ رات دن دعائیں کرتے رہتے ہیں کہ الٰہی ہم میں اور ہماری آئندہ نسلوں میں کسی قسم کی خرابی پیدا نہ ہونے دینا تاکہ ہم تیری جنت کے وارث بن سکیں۔

اگر مسلمان اپنے غلبہ کے اوقات میں اس قرآنی دعا کو ہمیشہ یاد رکھتے اور ہر کامیابی کے حصول پر قومی تنزل کے خطرات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے تو اللہ تعالیٰ ان پر دائمی طور پر اپنا فضل رکھتا اور ہمیشہ ان کا قدم ترقی کے میدان میں آگے ہی آگے بڑھتا رہتا۔ پس ہمیں چاہئے کہ ہم ہر وقت اور ہر حال میں اس دعا کو یاد رکھیں تاکہ خدا تعالیٰ کا فضل ہمیشہ ہمیں دنیا و آخرت میں ہر قسم کے عذاب سے بچائے رکھے آمین۔

حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

علم سیکھنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَۃٍ

(ابن ماجہ)

ترجمہ: انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور مسلمان عورت پر فرض ہے۔

تشریح:

چونکہ اسلام کی بنیاد اس یقینی علم پر ہے۔ جو خدا کی طرف سے آخری شریعت کی صورت میں نازل ہوا ہے۔ اور پھر اسلام ہر بات کو دلیل کے ذریعہ منواتا ہے۔ اس لئے اسلام میں علم کے حصول کے لئے انتہائی تاکید کی گئی ہے۔ اور یہ حدیث ان بہت سی حدیثوں میں سے ایک ہے جن میں آنحضرت ﷺ نے مردوں اور عورتوں کو علم سیکھنے کی تاکید فرمائی ہے اور اس ہدایت پر آپ کو اتنا اصرار تھا۔ کہ ایک دوسری حدیث میں آپ فرماتے ہیں کہ "علم سیکھو خواہ اس کے لئے تمہیں چین کے کناروں تک جانا پڑے"۔ اور یاد رہے کہ اس زمانہ کے حالات کے لحاظ سے چین کا ملک نہ صرف عرب سے ایک دور ترین ملک تھا۔ بلکہ اس کے رستے بھی ایسے مخدوش تھے۔ کہ وہاں تک پہنچنا غیر معمولی اخراجات اور غیر معمولی کوفت اور غیر معمولی خطرے کا موجب تھا۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے چین کے ملک کو مثال کے طور پر بیان فرما کر دراصل اشارہ یہ کیا ہے کہ خواہ تمہیں علم حاصل کرنے کے لئے کتنی ہی دور جانا پڑے اور کیسی ہی تکلیف کا سامنا ہو۔ علم وہ چیز ہے کہ اس کے لئے مومن کو ہر تکلیف اُٹھا کر اس کے حصول کا دروازہ کھولنا چاہئے۔ چنانچہ تاریخ سے ثابت ہے کہ بعض اوقات ابتدائی مسلمان آنحضرت ﷺ کی ایک ایک حدیث سننے کے لئے سینکڑوں میل دور کا سفر اور غیر معمولی اخراجات برداشت کر کے صحابہ کی تلاش میں پہنچتے تھے۔ چنانچہ جب ایک شخص مدینہ سے سینکڑوں میل کا سفر اختیار کر کے آنحضرت ﷺ کے صحابی ابو درداء کے پاس ایک حدیث سننے کی غرض سے دمشق آیا۔ تو ابو درداء نے اسے وہ حدیث بھی سنائی اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص علم حاصل کرنے کی غرض سے کسی رستہ کا سفر اختیار کرتا ہے۔ تو خدا تعالیٰ اس کے لئے اس علم کے علاوہ جنت کا رستہ بھی کھول دیتا ہے۔ اور ایک دوسری حدیث میں آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں۔ کہ ایک انسان کا درجہ ایک ایسے عابد انسان کے مقابلہ پر جو اپنی عبادت کے باوجود علم سے خالی ہے ایسا ہے کہ جیسے عام ستاروں کے مقابلہ پر چودھویں رات کا چاند ہوتا ہے اور ایک تیسری حدیث میں فرماتے ہیں۔ کہ ایک عالمِ انسان شیطان پر ہزار عابدوں سے بھی زیادہ بھاری ہوتا ہے۔ اور ایک چوتھی حدیث میں فرماتے ہیں۔ کہ میری اُمت کی بہترین بھلائی نیک علماء میں ہے اور ایک پانچویں حدیث میں فرماتے ہیں۔ کہ علماء گویا نبیوں کے وارث ہوتے ہیں۔ مگر جیسا کہ چوتھی حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے۔ سچا علم وہی ہے جس کے ساتھ نیکی اور تقویٰ شامل ہو۔

الغرض اسلام میں علم کے حصول کی انتہائی تاکید کی گئی ہے اور سچے علم کا وہ مقام تسلیم کیا گیا ہے جو ایمان کے بعد کسی دوسری چیز کو حاصل نہیں۔ اور پھر علم کو ایک غیر محدود چیز قرار دے کر ہدایت کی گئی ہے کہ خواہ تمہیں کتنا ہی علم حاصل ہو جائے پھر بھی مزید علم کے حصول کی کوشش کرتے رہو۔ چنانچہ اور تو اور خود فخرِ موجودات سرورِ کائنات سید الرسل حضرت خاتم النبیین ﷺ کو خدا تعالیٰ قرآن شریف میں یہ دعا سکھاتا ہے کہ قل رب زدنی علما "یعنی اے رسول تم ہمیشہ یہ دعا مانگتے رہو۔ کہ خدایا! میرے علم میں بیش از بیش ترقی عطا کر"۔ اور پھر جیسا کہ حدیث زیر نظر میں صراحت کی گئی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے علم کے حصول کو صرف مردوں تک محدود نہیں کیا بلکہ عورتوں کو بھی اسی طرح تاکید فرمائی ہے۔ مگر افسوس ہے کہ ان تاکیوں کے باوجود آج کل مسلمان مردوں اور عورتوں کا علمی معیار دوسری قوموں کے مقابلہ پر اعلیٰ ہونا تو درکنار کافی ادنیٰ اور پست ہے۔ چنانچہ تقسیم ملکی سے پہلے ہندوستان کی ساری قوموں یعنی ہندوؤں سکھوں، غیر ملکی عیسائیوں اور پارسیوں وغیرہ کے مقابلہ پر مسلمانوں کی خواندگی کی شرح فی صدی سب سے کم تھی۔ دنیا کے عالم ترین مصلح کی امت کا یہ نمونہ یقیناً بے حد قابلِ افسوس ہے اور وقت ہے کہ مسلمان اپنے فرض کو پہچان کر دین و دنیا کے علم میں نہ صرف اوّل نمبر حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ بلکہ اس مقام کو پہنچیں جس کی گرد کو بھی کوئی دوسری قوم نہ پا سکے۔

کلام الامام علیہ السلام

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''دنیا کے دن تو کسی نہ کسی طرح گزر ہی جاتے ہیں۔ شب تنور گذشت وشب سمور گذشت۔ غرباء اور مساکین بھی جن کو کھانے کو ایک وقت ملتا ہے اور دوسرے وقت نہیں ملتا اور آرام کے مکان بھی نہیں ہوتے ان کی بھی گزر ہی جاتی ہے اور امراء اور پلاؤ، زردے کھانے والے اور عمدہ مکانوں اور بالا خانوں میں رہنے والے بھی اپنے دن پورے کر ہی رہے ہیں۔ کسی کا دکھ درد سے اور کسی کا عیش میں گزارہ ہوتا ہے۔ مگر عاقبت کا دکھ جھیلنا بہت مشکل ہے اور وہ عذاب اور اس کے دکھ درد ناقابل برداشت ہوں گے۔ لہٰذا دانا وہی ہے کہ جو اس ہمیشہ رہنے والے جہان کی فکر میں لگ جاوے۔

سو تم نمازوں کو سنوارو اور خدا تعالیٰ کے احکام کو اس کے فرمودہ کے بموجب کرو۔ اس کے نواہی سے بچے رہو، اس کے ذکر اور یاد میں لگے رہو۔ دعا کا سلسلہ ہر وقت جاری رکھو۔ اپنی نماز میں جہاں جہاں رکوع و سجود میں دعا کا موقعہ ہے دعا کرو اور غفلت کی نماز کو ترک کر دو۔ رسمی نماز کچھ ثمرات مترتب نہیں لاتی اور نہ وہ قبولیت کے لائق ہے۔ نماز وہی ہے کہ کھڑے ہونے سے سلام پھیرنے کے وقت تک پورے خشوع خضوع اور حضور قلب سے ادا کی جاوے اور عاجزی اور فروتنی اور انکساری اور گریہ وزاری سے اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس طرح سے ادا کی جاوے کہ گویا اس کو دیکھ رہے ہو۔ اگر ایسا نہ ہو سکے تو کم از کم یہ تو ہو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔ اس طرح کمال ادب اور محبت اور خوف سے بھری ہوئی نماز ادا کرو۔

دیکھو یہ زمانہ بے وقت موتوں کا زمانہ آ گیا ہے۔ بھلا پہلے کبھی تم نے اپنے باپ دادا سے بھی سنا ہے کہ اس طرح اچانک موت کا سلسلہ کبھی جاری ہوا ہو۔ رات کو اچھا بھلا کام کاج کرتا اور چلتا پھرتا آدمی سوتا ہے اور صبح کو ایسی نیند میں سویا ہوا ہوتا ہے کہ جس سے جاگنا ہی نہیں۔ اب جس گھر میں یہ موت آئی گھر کا گھر اور گاؤں کا گاؤں اس نے خالی کر دئے۔ ابھی انجام کی خبر نہیں کیا کیا دن آنے ہیں۔ ایک نادان اپنی نادانی کی وجہ سے جب طاعون چند دن کے لئے رک جاتی ہے اور خدا تعالیٰ کسی مصلحت سے اسے بند کرتا ہے وہ کہتا ہے بس اب گئی، اب نہیں آئے گی۔ او میاں! ایسا ہمیشہ ہی ہوا کرتا ہے کہ بیماریاں آتی ہیں چار دن رہ کر چلی جاتی ہیں۔ مگر خدا کی باریک تدابیر سے وہ ناواقف ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ وہ مہلت دیتا ہے کہ بھلا ابھی ان میں کچھ صلاحیت اور تقویٰ اور خوف بھی پیدا ہوا ہے یا نہیں۔

اس طاعون کا پچھلا تجربہ بتاتا ہے کہ ایک ایک دورہ ستر ستر سال کا ہوا کرتا ہے۔ اس سے تو جنگل کے جانور نے بھی پناہ مانگی ہے۔ جب انسانوں کو ختم کر چکتی ہے تو جنگل کے حیوانوں اور درندوں کو بھی ختم کر دیتی ہے۔ ایسے وقتوں میں خدا تعالیٰ بچا لیتا ہے ان لوگوں کو جو ان مصائب اور عذابوں کے نازل ہونے سے پہلے اپنے آپ کی اصلاح کرتے اور دوسروں سے عبرت پکڑتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کی حفاظت خود کرتا ہے۔ عذابوں اور شدائد کے وقتوں میں، جو آرام اور عیش کے وقت میں اس سے ڈرتے اور پناہ مانگتے ہیں۔ مگر جب عذاب کسی پر نازل ہو جاوے تب تو یہ بھی قبول نہیں ہوتی۔

پس اب موقعہ ہے کہ تم خدا تعالیٰ کے سامنے اپنے آپ کو درست کر لو اور اس کے فرائض کی بجا آوری میں کمی نہ کرو۔ خلق اللہ سے کبھی بھی خیانت، ظلم، بد خلقی، تُرش رُوئی، ایذا دہی سے پیش نہ آؤ۔ کسی کی حق تلفی نہ کرو کیونکہ ان چیزوں کے بدلے بھی خدا تعالیٰ مواخذہ کریگا۔ جس طرح خدا تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی، اس کی عظمت، توحید اور جلال کے خلاف کرنے اور اس سے شرک کرنا گناہ ہیں اسی طرح اس کی خَلق سے ظلم کرنا۔ ان کی حق تلفیاں نہ کرو۔ زبان یا ہاتھ سے دُکھ یا کسی قسم کی گالی گلوچ دینا بھی گناہ ہیں۔ پس تم دونوں طرح کے گناہوں سے پاک بنو اور نیکی کو بدی سے خلط ملط نہ کرو''۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 176-177 جدید ایڈیشن)

فرمودات امیرالمومنین حضرت خلیفۃالمسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

خلافت احمدیہ اور تائید الٰہی

اللہ تعالیٰ نے جب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تو آپ کے پیروکاروں کے لئے عظیم الشان ترقیات کے وعدے بھی فرمائے۔ ہماری تاریخ گواہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدوں کو پورا فرماتے ہوئے ہمیشہ جماعت احمدیہ کی نصرت اور تائید فرمائی اور معاندین کے بداردوں سے جماعت کو محفوظ رکھا۔ اس سوسالہ تاریخ کا ذکر کرتے ہوئے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''آنحضرت ﷺ کے اس روحانی فرزند کی جماعت کے ساتھ جماعتی طور پر بھی اور انفرادی طور پر بھی اللہ تعالیٰ نے ایسے نشانات دکھائے جو افراد جماعت کے ازدیاد ایمان کا باعث بنے۔ جماعتی طور پر تو ہم دیکھتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد مخالفین کو یہ خیال ہوگیا کہ اب یہ جماعت گئی کہ گئی لیکن جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ: ''سواے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلاوے''۔ ہم نے دیکھا کہ یہ بات کس طرح سچ ثابت ہوئی اور حضرت خلیفۃ المسیح الاول ؓ کو اللہ تعالیٰ نے خلافت کی ردا پہنا کر مخالفین کی خوشیوں کو پامال کر دیا اور مومنین پھر ایک ہاتھ پر اکٹھے ہوگئے۔

پھر خلافت ثانیہ کے وقت میں ہم نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین کی کس طرح مدد و نصرت فرمائی۔ اندرونی اور بیرونی مخالفین کی کوششوں اور خواہشوں کو پامال کر کے احمدیت کی کشتی کو اس بالکل نوجوان لیکن اولوالعزم پسرِ موعود کی قیادت میں آگے بڑھاتا چلا گیا اور جماعت کو ترقیات پر ترقیات دیتا چلا گیا۔ اور دنیا کے بہت سے ممالک میں اللہ تعالیٰ کی خاص تائید اور نصرت کی وجہ سے احمدیت کا جھنڈا خلافت ثانیہ میں لہرایا گیا۔

پھر خلافت ثالثہ میں انتہائی سخت دور آیا اور دشمن نے جماعت کو، افراد جماعت کو مایوس اور مفلوج کرنے کی کوشش کی اور اپنے زُعم میں جماعت کے ہاتھ کاٹ دیئے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی نصرت و فضل سے جماعت کے قدم کو پیچھے نہیں ہٹنے دیا۔ یہ قدم آگے ہی آگے بڑھتا چلا گیا بلکہ ایک دنیا نے دیکھا کہ مخالفین کے نہ صرف ہاتھ کٹے بلکہ گردنیں بھی اڑا دی گئیں اور یہ کسی انسان کا کام نہیں ہے بلکہ خالصتاً اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے نظارے ہیں۔

پھر خلافت رابعہ کے دَور میں مخالفین نے خیال کیا کہ اب ہم نے ایسا داؤ استعمال کیا ہے یا مخالفین کے ایک سرغنے نے خیال کیا کہ اب مَیں نے ایسا داؤ استعمال کیا ہے کہ اب جماعت احمدیہ ہر طرف سے بندھ گئی ہے، اس کے لئے کوئی راستہ نہیں ہے اور یہ اپنی موت آپ مر جائے گی۔ لیکن جیسا کہ بے شمار الہامات سے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وعدہ فرمایا تھا کہ مَیں تیری مدد کروں گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس خلیفۂ راشد کی بھی اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی اور دشمن اپنی تمام تر تدبیروں اور مکروں کے باوجود نظام خلافت کو مفلوج اور ختم کرنے میں ناکام و نامراد ہوا۔ بلکہ اپنے وعدے کے مطابق کہ ''مَیں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا''، اللہ تعالیٰ نے ایسے راستے کھلوائے اور اس طرح مدد فرمائی کہ دشمن بیچارہ دانت پیستا رہ گیا۔ اور ہم سب جانتے ہیں کہ آج کل تبلیغ کا ایک بہت بڑا ذریعہ ایم ٹی اے کے ذریعہ سے ہے۔

پھر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات کے بعد مخالفین اس امید پر تھے کہ شاید اب یہ انتہا ہو چکی ہے اس لئے شاید اب جماعت کا زوال شروع ہو جائے لیکن بے وقوفوں کو یہ پتہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے منصوبے کیا ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جس مسیح الزمان کو اپنی تائید و نصرت کے وعدوں کے ساتھ اس زمانے میں بھیجا ہے وہ نصرت نہ مخالفین کی خواہشوں سے ختم ہونی ہے، نہ ان کی کوششوں سے ختم ہونی ہے، انشاء اللہ۔ اور نہ کسی وقت یا کسی خاص فرد کے ساتھ یہ نصرت وابستہ ہے۔ یہ نصرت کے وعدے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس پیاری جماعت سے وابستہ ہیں۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے اور دنیا کی کوئی طاقت اس میں روک نہیں بن سکتی۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت کے وعدے ہر قدم پر، ہر روز ہم دیکھتے ہیں۔

(ارشاد فرمودہ 14/جولائی 2006ء بمقام مسجد بیت الفتوح، لندن)

سیّدنا حضرت حکیم مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح الاولؓ

(انعام الرّحمٰن)

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز اُمت نورِ دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پُر از نورِ یقیں بودے

رسولِ مقبول ﷺ نے مسیح ومہدی آخرالزماں کے متعلق پیشگوئیاں فرمائی تھیں۔ اور قرآنِ کریم نے بھی اس مسیح ومہدی کا مژدہ سناتے ہوئے فرمایا تھا "وآخرین منھم لما یلحقوبھم"۔ جب ان عظیم الشان پیشگوئیوں کے مطابق اس زمانہ میں مسیح موعودؑ کا ظہور ہوا تو آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایسے جلیل القدر صحابہ کی جماعت عطا کی جنھوں نے قرونِ اولیٰ کے صحابہ کی یاد تازہ کردی اور وہ آخرین منھم کے حقیقی معنوں میں مصداق قرار پائے۔ ان میں سے حضرت حکیم نورالدین خلیفۃ المسیح الاولؓ وہ عظیم ہستی ہیں جنکو مسیح موعود علیہ السلام کی دعائیں کشاں کشاں قادیان کی طرف کھینچ لائی تھیں۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: "کنت اصرخ فی لیلی و نھاری و اقول یا ربّ من انصاری انی فرد مھین فلما تواتر رفع ید الدعوات و امتلا منہ جوّ السماوات اُجیب تضرعی و فارت رحمۃ رب العالمین فا عطا نی ربّی صدیقا صدوقا......اسمہ کصفاتہ نور الدین ھوا بھیروی مولدًا و قرشی فاروقی نسباً و مارایت مثلہ عالما فی العالمین......مطا جاء نی و لا قانی ووقع نظری علیہ رآیۃ من آیات ربّی وایقنت انہ دعائی الذی کنت اداوم علیہ و اشرب حسبی و نبانی حدسی انّہ من عباداللہ المنتخبین" (آئینہ کمالات اسلام صفحہ 588-581)

"اور میں رات دن اللہ تعالیٰ کے حضور چلاتا تھا اور کہتا تھا اے میرے رب میرا کون ناصرومددگار ہے میں تنہا اور ذلیل ہوں پس جب دعا کا ہاتھ پے در پے اُٹھا اور آسمان کی فضا میری دعا سے بھر گئی تو اللہ تعالیٰ نے میری عاجزی اور دعا کو قبول کیا اور رب العالمین کی رحمت نے جوش مارا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک مخلص صدیق عطا فرمایا اسکا نام اُسکی نورانی صفات کی طرح نورالدین ہے اور وہ جائے ولادت کے اعتبار سے بھیروی ہے اور نسب کے لحاظ سے قریشی ہاشمی ہے۔ میں نے اُس جیسا کوئی عالم دنیا میں نہیں دیکھا۔ اور جب وہ میرے پاس آیا اور مجھ سے ملا اور میری نظر اُس پر پڑی تو میں نے اُس کو دیکھا اور مجھے یقین ہوگیا کہ یہ میری اُس دعا کا نتیجہ ہے جس پر میں دوام کرتا تھا اور میری فراست نے مجھے بتا دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے منتخب بندوں میں سے ہے"۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"وہ تمام دنیا کو پامال کر کے میرے پاس فقراء کے رنگ میں آبیٹھے ہیں جیسا کہ اخص صحابہ نے طریق اختیار کر لیا تھا"۔ (ضمیمہ انجام آتھم صفحہ 31)

حضرت حکیم نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاول وہ عظیم الشان ہستی ہیں جو حضرت مسیح موعودؑ کے اشارے پر اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کرنے کے لئے ہمیشہ کوشاں رہے۔ اپنے وطن کو حضورِ اقدس کے ایک ہی فرمان پر ہمیشہ کیلئے خیر باد کہہ دیا۔ حضور کے اعلانِ ماموریت پر سب سے پہلے لبیک کہی اور آخری سانس تک مسیح موعودؑ کے پیغام کو پھیلانے اور آپ کی تعلیمات پر عمل کرنے اور کروانے کیلئے کوشش کرتے رہے۔ قرآنِ کریم کے پڑھنے، پڑھانے اسکی تفسیر بیان کرنے اور اس کے بحرِ ذخار سے قیمتی موتی تلاش کرنے کیلئے اپنی ساری زندگی لگادی حضرت مسیح موعودؑ سے فدائیت اور رسولِ مقبول ﷺ سے عشق اور قرآنِ کریم سے پیار آپ کا اُوڑھنا بچھونا تھا توکل علی اللہ کی آپ عملی تصویر تھے۔ اور عاجزی و انکساری، ہمدردی خلق اللہ جیسی صفات سے متصف اور فنافی اللہ کے حقیقی مقام پر فائز تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیروی اور آپ کی اطاعت میں جو نمونہ آپ نے دکھایا اسکی مثال قرونِ اُولیٰ کے صحابہ کے علاوہ کہیں نہیں ملتی۔ مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ وہ میری اس طرح اطاعت کرتے ہیں جس طرح نبض دل کی اور فرمایا:

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز اُمت نورِ دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پُر از نورِ یقیں بودے

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی زندگی کو چار ادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

1۔ ابتدائی زندگی۔ بچپن۔ پھر حصولِ علم کیلئے آپ کی سخت جدوجہد محنت اور آپ کے ہندوستان میں اور مکہ معظمہ ومدینہ منورہ کے دور دراز اسفار

2۔ حصولِ علم کے بعد ملازمت اور طبابت

3۔ قادیان میں مستقل رہائش اور حضرت مسیح موعودؑ کی صحبت اور آپ کی اطاعت کے نمونے اور آپ کی خدماتِ جلیلہ

4۔ حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد مسندِ خلافت پر آپ جیسی عظیم الشان ہستی کا ورود اور چھ سالہ دورِ خلافت۔

حضرت حکیم نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاول کی زندگی کے ان ادوار کے متعلق بہت کچھ لکھا جا چکا ہے، مرقاۃ الیقین، حیاتِ نور اور اصحابِ احمد اس پر سیر حاصل روشنی ڈال چکی ہیں۔ آج اس مضمون میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی سیرت توکل علی اللہ میں سے ایک پہلو پر روشنی ڈالنا مقصود ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی ساری زندگی توکل علی اللہ پر گزری، بچپن سے بڑھاپے تک، طالبعلمی کے زمانہ میں، سفروں میں، دورانِ ملازمت، مطب کے اندر، مناظروں کے دوران آپ کا توکل ہمیشہ خدا تعالیٰ پر رہا۔ اور بعض دفعہ اس توکل میں آپ اس قدر آگے بڑھ جاتے ہیں اور اس طرح کا نمونہ نظر آتا ہے جو سوائے اولیاءِ کرام اور سب سے بڑھ کر آقا ومطاع حضرت مسیح موعودؑ اور پھر اُنکے آقا ومولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ اور سیرتِ طیبہ میں ہی نظر آتا

ہے۔توکل علی اللہ کے ضمن میں ہمیں آپ کی حیاتِ طیبہ میں بے شمار واقعات ملتے ہیں ان میں سے چند ایک کا ذکر بہت ضروری ہے۔

جب آپ پنڈ دادنخان میں بطور ہیڈ ماسٹر متعین تھے اُن دنوں ایک انسپکٹر مدارس وہاں پر انسپکشن کے لئے آیا۔تو آپ نے کس طرح توکل علی اللہ کا سبق دیا اس کی روئیداد آپ ہی کے الفاظ میں لکھی جاتی ہے۔آپ فرماتے ہیں: ''ایک مرتبہ وہاں پر انسپکٹر مدارس آگئے۔میں اس وقت کھانا کھا رہا تھا میں نے اُن کو کہا کہ آپ بھی آجائیں تو اُنہوں نے بجائے اسکے کہ میرے ساتھ کھانا کھاتے مجھے فرمایا کہ کیا آپ نے مجھے پہچانا نہیں؟ میں انسپکٹر مدارس ہوں اور میرا نام خدا بخش ہے۔میں نے کہا اچھا آپ بہت ہی نیک آدمی ہیں۔مدرسوں کے ہاں کھانا نہیں کھاتے تو بس پھر تو یہ بہت ہی بہتر ہے۔یہ کہہ کر میں بڑے مزے سے اپنی جگہ پر بیٹھا رہا اور وہ بیچارہ اپنا گھوڑا خود ہی پکڑے ہوئے اس بات کا انتظار کرتا رہا کہ شائد اب بھی یہ کسی لڑکے کو میرا گھوڑا پکڑنے کیلئے بھیجے۔جب میں نے کوئی لڑکا نہ بھیجا تو اُس نے خود مجھ سے کہا کہ کسی لڑکے کو تو بھیج دیجئے جو میرا گھوڑا تھام لے۔میں نے کہا جناب، آپ مدرسوں کے گھر کا کھانا تو کھاتے ہی نہیں کیونکہ آپ اس کو رشوت سمجھتے ہیں، تو پھر ہم لڑکے کو گھوڑا پکڑنے کے لئے کیسے کہہ دیں۔کیونکہ وہ تو یہاں پڑھنے ہی آتے ہیں۔گھوڑا تھامنے کے لئے تو نہیں آتے۔پھر اگر کسی لڑکے کو گھوڑا تھامنے کے لئے کہہ دیا جائے تو آپ یہ بھی کہیں گے کہ اس کو کہیں باندھ بھی دو اور گھاس بھی ڈالا جائے، تو جب آپ مدرسوں کے کھانے کو رشوت سمجھتے ہیں تو ہم آپ کے گھوڑے کو گھاس کیسے دیں۔اُسکا تھوڑا بڑا شور کرتا تھا۔اتنی دیر میں اس کے ملازم بھی آگئے اُنہوں نے گھوڑے کو باندھا اور جلد ہی روٹی وغیرہ بھی تیار کر لی۔اُس نے کہا میں امتحان لوں گا۔میں لڑکوں کو امتحان کے لئے تیار کر کے علیحدہ جا بیٹھا وہ خود ہی امتحان لیتا رہا۔بعد میں مجھے کہنے لگا کہ میں نے سنا ہے آپ بڑے لائق ہیں اور بڑی لیاقت سے آپ نے نارمل وغیرہ پاس کر کے بہت عمدہ اسناد حاصل کی ہیں۔معلوم ہوتا کہ شائد اسی باعث سے آپ کو اس قدر ناز ہے۔میں نے یہ سن کر کہا کہ جناب، ہم اس ایک بالشت کے کاغذ کو خدا نہیں سمجھتے اور ایک شخص کو کہا کہ بھائی اس بت کو ذرا نکال کر تو لاؤ۔پھر اُس کے سامنے ہی منگا کر اُسکو پھاڑ ڈالا اور دکھلا دیا کہ ہم کسی چیز کو خدا کا شریک نہیں مانتے۔اُس شخص کو میری اس طرح اپنی اسناد کو پھاڑ ڈالنے کا رنج بھی ہوا جس کا اُس نے نہایت تاسف سے اظہار کیا اور کہنے لگا کہ آپ کے اس نقصان کا باعث میں ہوا ہوں نہ میں یہ بات کہتا اور نہ آپ کا یہ نقصان ہوتا۔لیکن حقیقت میں جب سے میں نے اس ڈپلومہ کو پھاڑا تب ہی سے میرے پاس اس قدر روپیہ آتا ہے کہ جس کی کوئی حد نہیں۔میں نے لاکھوں روپیہ کمایا ہے۔'' (حیاتِ نور صفحہ 14،15)

حکیم محمد صدیق صاحب آف میانی ضلع سرگودہا نے بیان کیا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول فرمایا کرتے تھے: ''ایک دفعہ میں اچھے استاد کی تلاش میں وطن سے دور چلا گیا۔تین دن کا بھوکا تھا مگر کسی سے سوال نہیں کیا۔میں مغرب کے وقت ایک مسجد میں چلا گیا مگر وہاں کسی نے مجھے نہیں پوچھا اور نماز پڑھ کر سب چلے گئے۔جب میں اکیلا تھا تو مجھے باہر سے آواز آئی۔نور الدین، نور الدین یہ کھانا جلد آ کر پکڑلو میں گیا تو ایک مجمع میں بڑا پر تکلف کھانا تھا میں نے پکڑ لیا۔میں نے یہ بھی نہیں پوچھا کہ یہ کھانا کہاں سے آیا کیونکہ مجھے علم تھا کہ خدا تعالیٰ نے بھیجا ہے میں نے خوب کھایا اور پھر برتن مسجد کی ایک دیوار کے ساتھ کھونٹی پر لٹکا دیا جب میں آٹھ دس دن کے بعد واپس آیا تو برتن وہیں آویزاں تھا جس سے مجھے یقین ہو گیا کہ کھانا گاؤں کے کسی آدمی نے نہیں بھجوایا تھا خدا تعالیٰ نے ہی بھجوایا تھا''۔(حیاتِ نور صفحہ 25)

جب آپ بھوپال پہنچے تو آپ نے اپنا اسباب معہ نقدی ایک بیرونی سرائے میں رکھا۔اور صرف ایک روپیہ رومال میں باندھ کر شہر کو چل دیئے راستے میں ایک باورچی کی دوکان سے اٹھنی کی روٹی کھائی۔اب اٹھنی باقی تھی۔قلعہ دار سے اجازت حاصل کر کے جب شہر میں داخل ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ اٹھنی کہیں گر گئی تھی۔جب نقدی لینے کیلئے واپس سرائے میں پہنچے تو اسباب تو محفوظ تھا مگر روپے ندارد، دسرے دن اسباب لیکر شہر میں داخل ہوئے فکر تھی کہ اسباب کہاں رکھیں۔جب اسی باورچی کی دوکان کے سامنے سے گزرنے لگے جہاں ایک روز کھانا کھایا تھا تو اُس نے کہا کھانا کھالو۔آپ نے کتابیں اور سامان اُسکی دوکان پر رکھا اور بلا تکلف خوب کھانا کھایا دل میں یہ تھا پیسے تو پاس نہیں مگر آخر تمام اسباب آٹھ آنہ کا بھی نہ ہوگا؟

بھوپال میں باجی کی مسجد بڑی عمدہ اور تالاب کے کنارے تھی آپ وہاں چلے گئے اور کئی وقت فاقہ کیا لیکن کسی کے سامنے دستِ سوال دراز نہیں کیا نوبت یہاں تک آئی کہ فاقہ کی وجہ سے آپ کے جسم سے پسینہ نکلنے لگا۔وہاں پر منشی جمال الدین صاحب مدار المہام تشریف لائے اور انہوں نے چند سوالات کر کے معلوم کر لیا کہ یہ کوئی پڑھا لکھا انسان ہے اُس نے آپ کو دعوت طعام دی جسے حضور نے منظور فرمالیا۔فاقہ کشی کی وجہ سے حضرت حکیم نور الدین صاحبؓ اتنے کمزور ہو چکے تھے کہ سپاہی کی کمر پر سوار ہو کر دعوت کے مقام پر پہنچے اور وہاں سے مرغی کا شوربہ پیا جس سے آپ کی توانائی بحال ہوئی۔آپ نے فاقوں پر فاقے کئے لیکن توکل خدا تعالیٰ کی ذات پر رکھا کہ اس کی غیبی امداد آئے تو وہاں سے ہلیں۔اسی طرح جب آپ نے بھیرہ میں مکان شروع کیا تو محض توکل علی اللہ پر سرکار کی زمین پر اس کی تعمیر شروع کر دی۔جب انگریز افسر تفتیش کے لئے آیا تو آپ نے اُسے کہا کہ ساری زمین ہی سرکار کی ہے۔اگر فوجی لحاظ سے سرکار کو ضرورت پڑے تو کیا وہ جگہ سرکار خالی نہیں کرائے گی۔جب انگریز افسر مطمئن ہو گیا تو اس نے نہ صرف تعمیر کی اجازت دی بلکہ پچھلی دیوار جہاں تھوہر وغیرہ کے پودے تھے اس کی صفائی و تعمیر بھی کمیٹی کے سپرد کر دی۔

آپ ریاست (جموں و کشمیر) میں ایک معقول تنخواہ کے علاوہ سال میں متعدد مرتبہ بیش بہا انعام و اکرام سے بھی نوازے جاتے تھے مگر وہ ساری رقم آپ طلباء، بیوگان، یتامیٰ اور دیگر ضرورتمندوں کی فلاح و بہبود میں خرچ کر دیتے تھے اور بالکل متوکلانہ زندگی بسر کرتے تھے۔جموں میں حاکم نام کا ایک ہندو پنساری تھا وہ ہمیشہ آپ کو نصیحتاً کہا کرتا تھا کہ آپ ہر تنخواہ سے کم از کم ایک صد روپیہ پس انداز کر لیا کریں۔یہاں بعض اوقات مشکلات پیش آجایا کرتی ہیں مگر آپ اُسے ہمیشہ یہی فر

مایا کرتے تھے کہ ایسے خیالات لانا اللہ تعالیٰ پر بدظنی ہے ہم پر انشاءاللہ کبھی مشکلات نہ آئیں گی۔ جس روز آپ کو ملازمت سے علیحدگی کا نوٹس ملا وہ ہندو پنساری آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا مولوی صاحب شائد آپ کو میری نصیحت یاد آئی ہوگی آپ نے فرمایا تمہاری نصیحت کو میں جیسا پہلے حقارت سے دیکھتا تھا آج بھی ویسا ہی حقارت سے دیکھتا ہوں۔ ابھی وہ آپ سے باتیں ہی کر رہا تھا کہ خزانہ سے چارسو اسی روپے کی ایک رقم آپ کی خدمت میں اس چٹھی کے ہمراہ پہنچادی گئی کہ یہ آپ کے ان دنوں کی تنخواہ ہے جو اس ماہ میں سے گزر چکے ہیں۔ اُس پنساری نے افسروں کو گالی دے کر کہا کہ ''کیا نورالدین تم پر نالش تھوڑا ہی کرنے لگا تھا'' ابھی وہ اپنے غصہ کو فرو نہ کرنے پایا تھا کہ ایک رانی صاحبہ نے آپ کے پاس اپنے جیب خرچ کا بہت سارو پیہ بھجوایا اور معذرت بھی کی کہ اس وقت ہمارے پاس اس سے زیادہ روپیہ نہیں تھا ورنہ ہم اور بھی بھجواتے اس روپیہ کو دیکھ کر تو اُس پنساری کا غضب اور بھی بڑھ گیا۔ آپ اس وقت ایک لاکھ پچانوے ہزار روپیہ کے مقروض بھی تھے اور پنساری کو اس قرض کا علم بھی تھا اس قرض کی طرف اشارہ کر کے وہ کہنے لگا بھلا یہ تو ہوا جنکا آپ کو قریباً دولاکھ روپیہ دینا ہے وہ اپنا اطمینان کئے بغیر آپ کو کیسے جانے دیں گے۔ ابھی اس نے یہ بات ختم ہی کی تھی کہ قارض کا ایک آدمی آیا اور بڑے ادب سے ہاتھ باندھ کر کہنے لگا کہ میرے پاس ابھی تار آیا ہے میرے آقا فرماتے ہیں کہ ''مولوی صاحب کو تو جانا ہے انکے پاس روپیہ نہ ہوگا تم اُن کا سب سامان گھر جانے کا کر دو اور جس قدر روپیہ کی ان کو ضرورت ہو دیدو اور اسباب کو وہ ساتھ نہ لیجاسکیں تو تم اپنے اطمینان سے بحفاظت پہنچادو۔ آپ نے فرمایا ''مجھ کو روپیہ کی ضرورت نہیں خزانہ سے بھی روپیہ آگیا ہے اور ایک رانی نے بھی بھیج دیا ہے میرے پاس روپیہ کافی سے زیادہ ہے اور اسباب میں سب ساتھ ہی لیجاؤں گا آپ فرماتے ہیں ''میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ دلوں کو جانتا ہے ہم اُس کا روپیہ انشاءاللہ جلد ہی ادا کر دینگے تم ان بھیدوں کو سمجھ ہی نہیں سکتے''۔ (حیات نور صفحہ 181)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول 16 سال تک مہاراجہ کشمیر کے ہاں ملازم رہے جو اسی ہزار مربع میل کا مالک اور تقریباً 25 لاکھ نفوس پر حکمران تھا اور 48 ہزار فوج اس کے ادنیٰ اشارے پر حرکت میں آجاتی تھی اسکی شان وشوکت اور رعب و دبدبہ دیکھکر بڑے بڑے لوگوں کے لئے اسکی خوشامد اور چاپلوسی کے سوا کوئی چارہ نہ تھا مگر مہاراجہ کے دربار میں آپ کی حق گوئی جرأت اور خودداری مشہور تھی۔ مہاراجہ کشمیر بارہا اپنے دربار میں سب کے سامنے بیٹھے ہوئے آپ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تمام درباریوں کو مخاطب کر کے کہا کرتے تھے۔ تم سب اپنی اپنی غرض لیکر میرے پاس جمع ہو کر میری خوشامد کرتے ہو لیکن صرف ایک شخص ہے جس کو میں نے اپنی غرض کے لئے بلایا ہے اور مجھے اسکی خوشامد کرنی پڑتی ہے۔ (ملخص از مرقاۃ الیقین صفحہ 281)

لاہور سے جموں تک کا سفر اور آپ کے توکل کا نمونہ ملاحظہ فرمائیں کہ آپ اپنے بھتیجے کو ساتھ لیکر بھیرہ سے جموں جانے لگے تو آپ کے پاس ایک بھی پیسہ نہ تھا اس لئے ارادہ کیا کہ بیوی سے کچھ روپیہ قرض لے لیں لیکن پھر ایسا کرنے سے طبیعت میں انقباض پیدا ہوگیا اور آپ خالی جیب ہی گھر سے چل دیئے۔ راستہ میں خیال آیا کہ بھتیجے کو لاہور دکھا دیں چنانچہ آپ لاہور گئے اور چند دن لاہور رہے اور پھر جموں کے لئے روانہ ہوئے اس سارے سفر میں ہر بار اللہ تعالیٰ نے غیب سے سامان مہیا کیا۔ آپ فرماتے ہیں: ''کچھ دن لاہور رہنے کے بعد جب چلنے لگے تو شیخ صاحب نے اپنی گاڑی میرے لئے منگوادی۔ اسٹیشن پر مجھے یقین تھا کہ میں ابھی کی گاڑی میں جاؤں گا۔ پیسہ تو پاس ایک بھی نہ تھا۔ لیکن یقین ایسا کامل تھا کہ اس میں ذرا بھی تزلزل نہ تھا۔ میرے کھڑے کھڑے ٹکٹ تقسیم ہونے شروع ہوئے اور دیکھتے ہی دیکھتے بند ہوگئے ٹرین بھی آئی مسافر بھی سوار ہوگئے اور اندر جانے کا دروازہ بھی بند کیا گیا۔ انجن نے روانگی کی سیٹی دی۔ اس وقت بھی مجھ کو یقین تھا کہ اسی گاڑی پر جاؤں گا۔ جب بالکل گاڑی چلنے ہی کو تھی تو ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ نورالدین نورالدین پکارتا ہوا دور تک چلا گیا۔ اور گاڑی میں کوئی ایسا واقعہ ہوا کہ وہ چل کر پھر رک گئی۔ وہ شخص پھر واپس آیا اور مجھے دیکھ لیا۔ دیکھتے ہی دوڑتا ہوا اسٹیشن کے کمرہ میں گیا وہاں سے تین ٹکٹ لایا ایک اپنا اور دو ہمارے ساتھ ہی ایک سپاہی بھی لایا۔ دروازہ کھلوایا اور ہم تینوں سوار ہوئے ہمارے سوار ہوتے ہی ٹرین چل دی۔ اُس نے کہا مجھ کو آپ سے ایک نسخہ لکھوانا ہے۔ میں نے نسخہ لکھ دیا اور پھر ٹکٹوں کو دیکھنے لگا کہ یہ کہاں تک کی ہیں، اور کیا کرایہ دیا گیا ہے۔ ٹکٹ وہیں تک کے تھے جہاں ہم کو جانا تھا۔ یعنی وزیرآباد، وہ تو نسخہ لکھوا کر شاہدرہ اُتر گیا۔ ہم وزیرآباد پہنچے، وزیرآباد سے جموں تک ریل نہ تھی۔ راستہ میں ایک شخص ملا اُس نے کہا کہ میری ماں بیمار ہے آپ اُس کو دیکھ لیں میں نے کہا یہ کوئی علاج کا موقع نہیں مجھکو جانے کی جلدی ہے۔ اُس نے کہا میرا بھائی جو میرے ساتھ ہے یہ آگے اڈے پر جاتا ہے اور یکہ کرایہ کرتا ہے اتنے میں آپ میری ماں کو دیکھ لیں آپ کو اڈے پر پہنچ کر یکہ تیار ملے گا۔ چنانچہ میں نے اس کی ماں کو دیکھا اور نسخہ لکھا جب میں وہاں سے چلا تو اُس شخص نے چلتے چلتے میری جیب میں کچھ روپے ڈال دیئے جنکو میں نے اڈے پر پہنچنے سے پہلے ہی جیب میں ہاتھ ڈال کر گن لیا۔ معلوم ہوا کہ دس روپیہ ہیں۔ اڈے پر پہنچے تو اسکا بھائی اور یکہ والا آپس میں جھگڑ رہے تھے۔ یکہ والا کہتا تھا کہ دس روپیہ لوں گا اور وہ کہتا تھا کہ کم۔۔ میں نے کہا جھگڑا کرنے کی ضرورت نہیں دس روپیہ کرایہ ٹھیک ہے۔ (مرقاۃ الیقین صفحہ 241)

آپؓ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر نورالدین کے پاس طبابت کا پیشہ نہ ہوتا تو پھر ہم دیکھتے کہ آپ کس طرح محض توکل پر گزارہ کرتے ہیں اسکا ذکر کرتے ہوئے جناب ایڈیٹر صاحب الحکم لکھتے ہیں۔

''ایک روز بعد مغرب میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا چند اور احباب بھی موجود تھے۔ فرمایا بیماری کا ابتلاء بھی عجیب ہوتا ہے۔ اخراجات بڑھ جاتے ہیں اور آمدنی کم ہوجاتی ہے اور دوسرے لوگوں کی خوشامد کرنی پڑتی ہے۔ میری آمدنی کا ذریعہ بظاہر طب تھا اب اس رشتہ کو بھی بیماری نے کاٹ دیا ہے۔ جو لوگ میرے حالات سے واقف نہیں وہ جانتے تھے کہ اس کو طب ہی کے ذریعہ روپیہ ملتا ہے۔ مگر اب اللہ تعالیٰ نے اس تعلق کو بھی درمیان میں سے نکال دیا ہے۔ میری بیوی نے آج مجھے کہا کہ

ضروریات کے لئے روپیہ نہیں ہے۔اور مجھے یہ بھی کہا کہ مولوی صاحب آپ نے کبھی بیماری کے وقت کا خیال نہیں کیا کہ بیماری ہو تو گھر میں دوسرے وقت ہی کھانے کو نہ ہوگا۔ میں نے اُسے کہا کہ میرا خدا ایسا نہیں کرتا۔ میں روپیہ تب رکھتا جو خدا تعالیٰ پر ایمان نہ رکھتا۔حضرت یہ بیان کر ہی رہے تھے کہ شیخ تیمور صاحب نے مجھے کہا کہ حضرت کی ڈاک میں ایک خط آیا ہے کہ ایک شخص نے ایک سو پچیس روپے ذات خاص کے لئے ارسال کئے ہیں۔(حیات نور صفحہ 486)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے تھے۔خدا تعالیٰ کا میرے ساتھ یہ وعدہ ہے کہ میں اگر کہیں جنگل بیاباں میں بھی ہوں تب بھی خدا تعالیٰ مجھے رزق پہنچائے گا۔(تاریخ احمدیت جلد سوئم صفحہ 595)

اس کے متعلق آپ فرماتے ہیں

''ایک دفعہ تین ساتھیوں کے ساتھ ہم راستہ بھول گئے اور کہیں دور نکل گئے کوئی بستی نظر نہیں آتی تھی میرے ساتھیوں کو بھوک اور پیاس نے سخت ستایا تو اُن میں سے ایک نے کہا کہ نورالدین جو یہ کہتا ہے کہ میرا خدا مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔آج ہم دیکھتے ہیں کہ کس طرح کھلاتا پلاتا ہے۔فرمایا کرتے تھے میں دعا کرنے لگا چنانچہ جب ہم آگے گئے تو پیچھے سے زور کی آواز آئی ٹھہرو،ٹھہرو۔جب دیکھا تو دو شتر سوار تیزی کے ساتھ آرہے تھے۔جب پاس آئے تو اُنہوں نے کہا۔ہم شکاری ہیں ہرن کا شکار کیا تھا۔اور خوب پکایا۔گھر سے پراٹھے لائے تھے ہم سیر ہو چکے ہیں اور کھانا بھی بہت ہے آپ کھالیں۔چنانچہ ہم سب نے خوب سیر ہو کر کھایا۔ساتھیوں کو یقین ہوگیا کہ نورالدین سچ کہتا تھا۔فرمایا کرتے تھے کہ''اللہ تعالیٰ کا نورالدین کے ساتھ وعدہ ہے کہ میں تیری ہر ضرورت کو پورا کروں گا''۔(حیات نور صفحہ 167)

حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاولؓ کے توکل علی اللہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت المصلح الموعودؓ رقمطراز ہیں:

''ہم نے دیکھا ہے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے پاس اکثر لوگ اپنی امانتیں رکھواتے تھے اور آپ اُس میں سے ضرورت پر خرچ کرتے رہتے تھے۔آپ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل سے اسی طرح رزق دیتا رہتا ہے۔بعض دفعہ ہم نے دیکھا کہ امانت رکھوانے والا آپ کے پاس آتا اور کہتا کہ مجھے روپیہ کی ضرورت ہے میری امانت مجھے واپس دی جائے تو آپ کی طبیعت بڑی سادہ تھی اور معمولی سے معمولی کاغذ کو بھی آپ ضائع کرنا پسند نہیں فرماتے تھے۔جب کسی نے مطالبہ کرنا تو آپ نے ردی سا کاغذ اُٹھانا اور اُس پر اپنے گھر والوں کو لکھ دینا کہ امانت میں سے دو سو روپیہ بھجوادیا جائے۔اندر سے بعض دفعہ جواب آنا کہ روپیہ تو خرچ ہو چکا ہے یا اتنے روپے ہیں اور اتنے روپوں کی کمی ہے آپ نے اُسے فرمانا کہ ذرا ٹھہر جاؤ ابھی روپیہ آجاتا ہے۔اتنے میں ہم نے دیکھنا کہ کوئی شخص دھوتی باندھے ہوئے جونا گڑھ یا بمبئی کا رہنے والا چلا آرہا ہے اور اُس نے آکر اتنا ہی روپیہ آپ کو پیش کر دینا۔ایک دن تو لطیفہ ہوا۔کسی نے اپنا روپیہ مانگا اُس دن آپ کے پاس کوئی روپیہ نہیں تھا مگر اُسی وقت ایک شخص علاج کے لئے آگیا اور اُس نے ایک پڑیہ میں کچھ رقم لپیٹ کر آپ کے سامنے رکھ دی۔حافظ روشن علی صاحب کو علم تھا کہ روپیہ مانگنے والا کتنا روپیہ مانگتا ہے آپ نے حافظ صاحب سے فرمایا دیکھو اس میں کتنی رقم ہے اُنہوں نے گنا تو کہنے لگے بس اُتنی ہی رقم ہے جتنی رقم کی حضور کو ضرورت تھی آپ نے فرمایا یہ اس کو دے دو۔غرض زندہ خدا اپنے بندوں کی تائید میں ہمیشہ نشانات دکھاتا رہتا ہے۔(تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 579,580)

الغرض حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی ساری زندگی ہی توکل علی اللہ پر گزری۔آپ نے کبھی بھی کسی سے نہیں مانگا کبھی کسی پر بھروسہ نہیں کیا۔لیکن خدا تعالیٰ نے بھی ہر مشکل وقت میں ہر ضرورت پڑنے پر آپ کی اس طرح سے مدد کی کہ انسان ورطہ حیرت میں ڈوب جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ حضور کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے آمین

بقیہ صفحہ 12: حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ

بقیہ صفحہ 12:

ہر رات سلسلہ کی خدمت،دعوت الی اللہ اور خدمت خلق میں بسر ہوا لیکن ذکر حبیب کا کام جو وہ کر گئے ایسا ہے جو رہتی دنیا تک یاد رہے گا۔اور تمام آنے والی نسلوں پر یہ ان کا احسان ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی حسین سیرت کا دلکش چہرہ انہوں نے ہمیشہ کے لئے محفوظ کر لیا۔حضرت مسیح موعودؑ نے حضرت مفتی محمد صادق صاحب کو ''محب صادق''،''مخلص دوست''،''لائق اور صالح ایڈیٹر'' اور ''سلسلہ احمدیہ کا بزرگ رکن'' کے خطابات سے نوازا۔ایک دفعہ 1904ء میں جب مفتی صاحب بیمار ہو گئے تھے تو ان کی والدہ محترمہ کی درخواست دعا پر حضور نے فرمایا: ''ہم تو ان کے لئے دعا کرتے ہی رہتے ہیں۔آپ کو خیال ہوگا کہ صادق آپ کا بیٹا ہے اور آپ کو بہت پیارا ہے۔لیکن میرا دعویٰ ہے کہ وہ مجھے آپ سے زیادہ پیارا ہے''۔

حضرت مفتی صاحب نے انگلستان اور امریکہ میں احمدیت کے اولین اور انتہائی کامیاب مبلغ کے طور پر کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے پرائیویٹ سیکرٹری اور ناظر امور خارجہ کے عہدوں پر بھی رہے۔اور بالآخر 13 جنوری 1957ء کو ربوہ میں وفات پا گئے۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور ربوہ کے بہشتی مقبرہ میں تدفین ہوئی۔اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔آمین

قلمی تعاون

ادارہ ''انصارالدین'' کو مختلف صلاحیتوں کے حامل ایسے انصار کی تلاش ہے جو مضامین رقم کرنے کے علاوہ اردو سے انگریزی اور انگریزی سے اردو میں ترجمہ کرنے کی صلاحیت بھی رکھتے ہوں۔اگر آپ سمجھتے ہیں کہ آپ یہ کام کر سکتے ہیں تو براہ کرم خاکسار سے براہ راست رابطہ کیجئے:

(مدیر اعلیٰ 02089920843)

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ اور ذکر حبیبؑ

آپؓ حضرت مسیح موعودؑ کے واقعات اس دلنشین انداز میں سناتے کہ یوں لگتا کہ اسی محفل کا حصہ ہیں

آپ کے ابتدائی حالات

قادیان سے 213 میل دور پنجاب کا ایک قدیمی شہر جو دریائے جہلم کے کنارے پر آباد ہے اس کا نام بھیرہ ہے اس مردم خیز سرزمین سے حضرت مسیح موعودؑ پر سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت حکیم مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح اولؓ تھے۔ اسی شہر سے حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے بھی حضرت مسیح موعودؑ کو قبول کیا اور ساری عمر سلسلہ کی خدمت میں گزار دی۔

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ 13 جنوری 1872ء کو پیدا ہوئے اور جب ان کی عمر 13 سال کی تھی تو بھیرہ کے ایک نیک شخص حکیم احمد دین کی زبانی انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کا ذکر سنا۔ انہوں نے اثنائے گفتگو یہ بتایا کہ قادیان میں ایک مرزا صاحب ہیں جن کو الہام ہوتے ہیں۔ مفتی صاحب فرماتے تھے کہ اس طرح پہلی دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تذکرہ سنا۔ مفتی محمد صادق صاحب کے والد کا نام مفتی عنایت اللہ قریشی عثمانی تھا۔

حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحبؓ سے حصول تعلیم

آپ کے والد قرآن کریم کا ترجمہ پڑھنے کے لئے اپنے بیٹے کو حضرت مولانا حکیم نورالدین کے پاس جموں چھوڑ آئے اور تقریباً 6 ماہ کا عرصہ مفتی صاحب نے حضرت مولانا کی خدمت میں جموں اور کشمیر میں گزارا۔ ان کی مجلس میں گاہے گاہے حضرت مرزا صاحب کا تذکرہ سنتے تھے اور مفتی صاحب کے دل میں حضرت صاحب کے متعلق ایک حسن ظن پیدا ہو گیا تھا۔

ایک رؤیا اور اس کی تعبیر

1889ء میں مفتی صاحب نے ایک رؤیا دیکھا جس کا ان کے دل پر گہرا اثر ہوا۔ انہوں نے رؤیا میں دیکھا کہ ایک ستارہ مشرق سے نکلا اور دیکھتے دیکھتے وہ اوپر کو چلا۔ جتنا وہ آگے بڑھتا اس کا قد اور روشنی بڑھتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ ٹھیک آسمان کی چوٹی پر پہنچ گیا۔ اس وقت وہ چاند کے برابر بڑا اور روشن ہو گیا۔ وہاں پہنچ کر اس نے چکر لگانا شروع کیا۔ اس کے چکر کا ہر دائرہ پہلے سے بڑا اور زیادہ تیز رفتار تھا۔ یہاں تک کہ اس کا چکر افق تک پہنچا جہاں زمین و آسمان ملے ہوئے نظر آتے ہیں یہاں اس کے چکر ایسے روشن اور تیزی کے ساتھ ہوئے کہ اس کی ہیبت سے مفتی صاحب بیدار ہو گئے۔ یہ رؤیا مفتی صاحب نے حضرت حکیم نورالدین صاحب اور حضرت مسیح موعود کی خدمت میں تعبیر معلوم کرنے کے لئے لکھ کر بھجوایا۔ حضرت حکیم نورالدین صاحب نے جواب دیا کہ ایسا رؤیا اس وقت دکھایا جاتا ہے جب کوئی عظیم الشان مصلح ظاہر ہونے والا ہو اور حضرت صاحب نے تحریر فرمایا کہ میری طبیعت ان دنوں علیل ہے اس واسطے میں توجہ نہیں کر سکتا۔ بشرط یاد دہانی میں پھر آپ کو مفصل جواب لکھوں گا۔

قادیان حاضری اور بیعت

دسمبر 1890ء میں مفتی صاحب حضرت مولانا نورالدین کا ایک سفارشی خط لے کر حضرت مسیح موعود سے ملاقات کی غرض سے قادیان گئے۔ حضور نے ملاقات فرمائی۔ گول کمرہ میں مفتی صاحب کو ٹھہرایا اگلے دن صبح کی سیر میں حضور کے ساتھ شامل ہوئے۔ دوران سیر حضور سے سوال پوچھا کہ گناہوں میں گرفتاری سے بچنے کا کیا علاج ہے۔ حضور نے گناہوں سے بچنے کا علاج یہ فرمایا کہ موت کو یاد رکھنا چاہیے۔ جب آدمی اس بات کو بھول جاتا ہے کہ اس نے آخر ایک دن مرجانا ہے تو اس میں طول امل پیدا ہوتا ہے لمبی لمبی امیدیں کرتا ہے کہ میں یہ کرلوں گا اور وہ کرلوں گا اور گناہوں میں دلیری اور غفلت پیدا ہو جاتی ہے۔

دوسرے یا تیسرے دن مفتی صاحب نے بیعت کرنے کی خواہش کی اور حضور اقدس کے ہاتھ پر دس شرائط کی پابندی کی بیعت کی۔ ان ایام میں مفتی صاحب جموں میں ہائی سکول میں انگلش ٹیچر کے طور پر ملازمت کرتے تھے۔ 1895ء تک مفتی صاحب جموں میں ملازمت کرتے رہے اور ہر سال ایک یا دو دفعہ حضرت صاحب کی خدمت میں قادیان میں حاضر ہوا کرتے تھے۔

نشان کسوف وخسوف کے گواہ

قادیان میں سورج گرہن کے وقت بھی مفتی صاحب موجود تھے۔ اور اس آسمانی نشان کے چشم دید گواہ تھے چنانچہ فرماتے ہیں ''جس رمضان مین کسوف وخسوف کی پیشگوئی پوری ہوئی۔ میں اس وقت ہنوز ریاست جموں میں مدرس تھا اور کسی رخصت کی تقریب پر قادیان آیا ہوا تھا حضرت مسیح موعود نے اس بارے میں ایک مضمون لکھا تھا۔ جو چھپ کر قادیان آ گیا تھا۔ مگر حضور نے اسے اشاعت سے روک رکھا۔ فرمایا سورج کو گہن لگ لے بعد میں شائع کیا جائے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں ہم کیا کہہ سکتے ہیں ممکن ہے کوئی ایسا آسمانی تغیر واقع ہو کہ سورج کو گہن ہی نہ لگے۔ جب سورج کو پورا گہن لگا اور سارا سورج چھپ گیا اور اس دن بیت اقصیٰ میں سورج گہن کی نماز باجماعت پڑھی گئی۔ مولوی محمد احسن صاحب امروہی مرحوم پیش امام نماز تھے۔ نمازیوں کی رقت اور رونے اور دعا کرنے کی آوازوں سے مسجد کے گنبد میں گونج سی پیدا ہو گئی تھی۔

لاہور میں ملازمت

1895ء میں مفتی صاحب نے اکاؤنٹنٹ جنزل لاہور کے دفتر میں ملازمت کر لی اور جموں سے لاہور منتقل ہو گئے۔ منتقل ہونے سے قبل حضرت مسیح موعود سے بھی مشورہ کیا تو حضور نے اسے پسند فرمایا۔ اور وجہ صرف یہ فرمائی کہ جموں کی نسبت

لاہور قادیان سے زیادہ قریب ہے۔ حضرت صاحب کو مفتی صاحب سے جو دلی محبت تھی اس کا اس سے اظہار ہوتا ہے۔ لاہور قیام کے بعد قادیان آنے کے مواقع زیادہ ہونے لگے۔ اور ہر دفعہ مفتی صاحب کو دینی خدمت کا کوئی نہ کوئی موقع مل جاتا تھا۔ عبادات اور دعاؤں میں خاص لطف پیدا ہوتا جس کی وجہ سے طبیعت دنیاداری کے کاموں اور سرکاری ملازمت کے مشاغل سے اکھڑ گئی اور یہ خواہش پیدا ہوئی کہ ملازمت ترک کر کے قادیان میں ہی آرہیں۔

قادیان رہائش کے لئے درخواست

1898ء میں آپ نے حضرت مسیح موعود کی خدمت میں یہ تحریری درخواست بھیجی کہ اپنی ملازمت ترک کر کے قادیان آنے کی اجازت دی جاوے۔ اس کے جواب میں حضرت مسیح موعود نے تحریر فرمایا '' کہ مومن کے واسطے قیام فیما اقام اللہ ضروری ہے۔ یعنی جہاں اللہ تعالیٰ نے اس کو کھڑا کیا ہے اور اس کے لئے روزی کا سبب بنایا ہے۔ وہیں صبر کے ساتھ کھڑا رہے۔ یہاں تک کہ کوئی سبب آپ کے لئے ایسا بنے کہ آپ کو کسی کام کے واسطے قادیان بلا لیا جائے۔ لیکن چونکہ آپ نے ہجرت کا ارادہ کر لیا ہے۔ اس واسطے آپ کو اس کا ثواب بہرحال ملتا رہے گا۔

قادیان میں مستقل سکونت

چنانچہ سن 1900ء کے آخر میں قادیان کا مڈل سکول ہائی سکول بن گیا اور ایک سیکنڈ ماسٹر کی ضرورت ہوئی تو چونکہ مفتی صاحب مدرسی کے کام کا تجربہ رکھتے تھے اس لئے سکول کے ناظموں نے حضرت صاحب سے مفتی صاحب کو قادیان بلانے کی اجازت حاصل کی۔ '' حضور نے ارشاد فرمایا کہ تین ماہ کی رخصت لے کر آئیں۔ تین ماہ کی رخصت گزرنے کے بعد تین ماہ کی مزید رخصت ملی۔ ملازمت سے استعفٰی دینے سے قبل حضرت مسیح موعود نے استخارہ کرنے کا ارشاد فرمایا۔ مفتی صاحب نے سات دفعہ استخارہ کیا اور سات استخاروں کے بعد قادیان میں مستقل سکونت کے لئے پورا انشراح قلبی ہونے کے بعد ملازمت سے استعفٰی دینے کی اجازت حضرت مسیح موعود نے مرحمت فرمائی۔ اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ لگی ہوئی روزی کو چھوڑنے سے پہلے کس قدر دعا اور احتیاط کی ضرورت ہے۔

ملفوظات نوٹ کرنے کی عادت

حضرت مفتی محمد صادق صاحب پہلی دفعہ حضرت مسیح موعود سے مل کر واپس لوٹے تو حضرت مولانا نورالدین صاحب اور بہت سے دوسرے احباب نے تفصیل سے حضرت مسیح موعود کے حالات اور واقعات دریافت فرمائے گویا سب کے سب ایک ہی محبوب کی محبت میں سرشار اور مخمور تھے۔ اس کے بعد مفتی صاحب کا یہ معمول ہو گیا کہ ایک ڈائری اپنے ہمراہ رکھتے تھے اور تفصیل کے ساتھ گزرنے والے لمحات اور واقعات کی کاروائی ساتھ ساتھ قلمبند کرتے جاتے تھے۔ مفتی صاحب کی اس عادت سے زمانے کو بہت ہی فائدہ پہنچا اور امام الزمان کے چشم دید واقعات مفتی صاحب کے ذریعے تقریروں میں بھی اور تحریروں میں بھی پہنچتے رہے۔ ذکر حبیب کا ایک لمبا سلسلہ جاری ہوا اور ہمیشہ ہمیش کے لئے اور آنے والی نسلوں کے لئے محفوظ ہو گیا۔

اخبار البدر کے مدیر مقرر ہو گئے

مارچ 1905ء میں مکرم منشی محمد افضل صاحب جو اخبار البدر کے مالک اور ایڈیٹر تھے وفات پا گئے تو حضرت مسیح موعود کی اجازت سے مفتی محمد صادق صاحب کے سپرد اخبار کی ایڈیٹری اور مینیجری ہوئی اور ہائی سکول کی مدرسی سے فراغت حاصل کر کے صرف اس کام پر لگ گئے۔ اس کے بعد مفتی صاحب کو حضرت مسیح موعودؑ کی صحبت میں بیٹھنے اور حضور کے کلام کو لکھنے کے لئے زیادہ وقت ملنے لگا۔ ان حالات کو اخبار میں ڈائری اور القول الطیب کے عنوان سے درج کیا جاتا تھا۔

ذکر حبیب کے موضوع پر تقاریر

سالہا سال تک ذکر حبیب کے موضوع پر حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ جلسہ سالانہ کے مواقع پر نہایت دلنشین اور سادہ طریقے پر حضرت مسیح موعود کے حالات اور واقعات سنایا کرتے تھے۔ بہت ہی مؤثر عام فہم اور دلپذیر انداز تھا۔ جی چاہتا تھا کہ مفتی صاحب سناتے جائیں اور احباب سنتے رہیں۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے کہ حضرت مسیح موعود کی محفل میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ کتابی شکل میں بھی شائع شدہ ہیں اور چند واقعات خود مفتی صاحب کی زبان میں ہی پیش خدمت ہیں حضرت مسیح موعود کا حلیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: '' حضرت مسیح موعود کا قد درمیانہ سے ذرا اونچا۔ جسم کسی قدر بھاری۔ پیشانی اونچی۔ آنکھیں بڑی بڑی تھیں۔ مگر ہمیشہ غض بصر کی صورت میں رہنے کے سبب باریک سی معلوم ہوتی تھیں۔ چہرہ چمکدار چھاتی کشادہ۔ کمر سیدھی۔ جسم کا گوشت مضبوط تھا۔ جسم اور چہرے پر جھریاں نہ تھیں۔ رنگ سفید سرخ گندمی تھا۔ جب آپ ہنستے تھے تو چہرہ بہت سرخ ہو جاتا تھا سر کے بال سیدھے کانوں تک لٹکے ہوئے ملائم اور چمکدار تھے۔ ریش مبارک گھنی ایک مشت سے کچھ زیادہ لمبی رہتی تھی۔ اس سے زیادہ حصہ آپ قینچی سے کٹوا دیتے تھے۔ بعض دفعہ حضور مجلس میں بیٹھے ہوئے اپنی پگڑی کے شملے کو ہاتھ میں لے کر منہ پر رکھ لیتے تھے۔ میرا خیال ہے کہ آپ کچھ تسبیح کے کلمات پڑھتے رہتے تھے اور اس واسطے منہ کو ڈھانک لیتے تھے کہ ہونٹوں کی حرکت لوگوں پر ظاہر نہ ہو۔ حضرت مسیح موعود کے کپڑوں اور بدن میں سے ہمیشہ مشک کی سی بھینی بھینی خوشبو آتی تھی۔ کبھی پسینہ اور میل وغیرہ کی خراب بو نہ محسوس ہوتی تھی۔

مفتی صاحب نے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود آپس میں ایک دوسرے پر بدظنی سے روکا کرتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ حدیث میں ہے کہ دوزخ میں دو تہائی آدمی بدظنی کی وجہ سے داخل ہوں گے۔ خدا تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ میں قیامت میں لوگوں سے پوچھوں گا کہ اگر تم مجھ پر بدظنی نہ کرتے تو یہ کیوں ہوتا۔ حقیقت میں اگر لوگ خدا پر بدظنی نہ کرتے تو اس کے احکام پر کیوں نہ چلتے۔ انہوں نے خدا پر بدظنی کی اور کفر اختیار کیا اور بعض تو خدا تعالیٰ کے وجود تک کے منکر ہو گئے۔ تمام فسادوں اور لڑائیوں کی وجہ یہی بدظنی ہے''۔

حضرت مسیح موعود کی پیاری پیاری باتیں ہمیں حضرت مفتی صادق صاحب کے ذریعے سے پہنچیں۔ یوں تو حضرت مفتی صاحب کی 85 سالہ زندگی کا ہر دن اور

باقی صفحہ 10 پر ملاحظہ فرمائیں

حضرت شیخ فضل احمد صاحب بٹالوی رضی اللہ عنہ

حضرت شیخ فضل احمد صاحبؓ بٹالوی (1884-1968ء) کے حالات زندگی "اصحاب احمد" جلد سوم میں تفصیل سے شائع ہوئے ہیں جن کی تلخیص گزشتہ شمارہ سے شامل اشاعت کی جا رہی ہے۔ پہلی قسط میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی سیرۃ کے بارہ میں حضرت شیخ صاحبؓ کے مشاہدات بیان کئے گئے تھے۔ اس دوسری قسط میں آپؓ کے سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ تعلقات اور پھر خلافت ثانیہ کے بابرکت دور میں آپؓ کو مختلف مقامات پر جن خدمات کی توفیق ملی، اُن میں سے بعض واقعات و مشاہدات کو حضرت شیخ صاحبؓ کے الفاظ میں ہی پیش کیا جا رہا ہے۔

(تلخیص و ترتیب: محمود احمد ملک)

حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحبؓ سے تعلقات

☆ حضرت شیخ فضل احمد صاحبؓ بیان فرماتے ہیں کہ جب حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحبؓ 1912ء میں حج کے لئے قادیان سے روانہ ہوئے اور بٹالہ سے ریل کے ذریعے امرتسر پہنچے تو خاکسار بھی ریل میں آپؓ کے پاس ہی بیٹھ کر امرتسر تک گیا اور راستہ میں دعا کے لئے بار بار عرض کرتا رہا تا آپ حج میں اور سفر میں میرے لئے دعا کریں۔ امرتسر سے گاڑی روانہ ہونے لگی تو حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانیؓ نے مجھے کچھ رقم دی اور ایک تار فارم دیا جو حضرت صاحب کے کسی احمدی رشتہ دار کو دی گئی تھی کہ ہماری گاڑی فلاں روز فلاں سٹیشن پر پہنچے گی۔ آپ سٹیشن پر ملاقات کے لئے آئیں۔ یہ بھی ہدایت کی کہ امرتسر سٹیشن سے بھی تار بھجوا دوں۔

☆ مجھے اس زمانہ میں حضرت صاحبزادہ صاحبؓ سے محبت کا گہرا تعلق تھا۔ 1912ء میں مَیں نے آپؓ سے قرآن مجید پڑھنے کی خواہش بھی کی۔ لیکن آپؓ کی عدیم الفرصتی مانع ہوئی اور آپ نے اس کا عذر کیا، لیکن آپؓ کی توجہ سے مجھے قرآن مجید کی محبت مل گئی۔

خلافت ثانیہ کی سرگرم تائیدات

☆ جولائی تا ستمبر 1913ء کے دوران کوہ مری میں میرا قیام رہا اور مَیں سیکرٹری جماعت بھی تھا۔ انہی ایام میں مولوی محمد علی صاحب، ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اور صفدر جنگ صاحب بھی وہاں مقیم تھے۔ مولوی صاحب تفسیر القرآن انگریزی کا کام کرتے تھے۔ اور نماز مغرب کبھی میرے مکان پر ورنہ دیگر نمازوں کی طرح اکثر مولوی صاحب کے مکان پر ہوتی تھی۔ ایک دفعہ مولوی صاحب نے مجھے آٹھ یا دس روپے دئے اور کہا کہ یہ چندہ ہے رسید کاٹ دیں۔ اور پوچھنے پر بھی چندہ دہندہ کا نام نہ بتایا۔ بلکہ کہا کہ نامعلوم اسم لکھ کر رسید کاٹ دیں۔ چنانچہ اسی ہدایت کے ساتھ مولوی صاحب مجھے چندہ دیتے رہتے تھے۔ اور میں حیران ہوتا تھا کہ یہ نامعلوم الاسم شخص بڑا ہی مخیّر ہے جو اپنا نام ظاہر کرنا نہیں چاہتا۔ ایک شب مولوی محمد علی صاحب کوہ مری سے سنی بنک روانہ ہوئے، ان کے ساتھ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب تھے اور خاکسار بھی۔ غالباً ایک اور شخص بھی تھا۔ سنی بنک میں شیخ حسن محمد صاحب کی کوٹھی میں سے حافظ فضل احمد صاحب گجراتی باہر آئے۔ اور انہوں نے کم وبیش 12 صد روپے دیئے جو مولوی صاحب نے لے کر اپنے نام پر سیونگ بینک پوسٹ آفس مری میں جمع کرا دیئے۔ کہا گیا تھا کہ یہ روپیہ رشوت کا تھا جو اس نامعلوم الاسم صاحب کا ہے، جن کی رقم مجھے چندہ میں ملا کرتی تھی۔

☆ کوہ مری پر مجھے بھی مولوی محمد علی صاحب کی خدمت کا کافی موقعہ ملتا تھا۔ مولوی صاحب مجھے سلسلہ کا سرگرم کارکن دیکھ کر چاہتے تھے کہ مجھے اپنا ہم خیال بنا لیں۔ مگر چونکہ حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحبؓ سے بھی بڑی محبت تھی اس لئے کبھی کبھی جوش کے ساتھ میری زبان سے ایسے الفاظ نکل جاتے تھے جن سے حضورؓ کی محبت کا پتہ مولوی صاحب کو بھی لگ جاتا تھا۔ انہی ایام میں کانپور کی ایک مسجد کا قضیہ شروع ہوا۔ حضرت صاحبزادہ صاحبؓ نے مجھے ان دنوں کئی خطوط لکھے، جن میں سے ایک میں لکھا کہ:

"مکرم منشی صاحب! السلام علیکم۔ اس اخبار (الفضل) میں جو لیڈر درج ہے اسے غور سے پڑھیں اور اسے لوگوں کو سنا دیں۔ خواہ کوئی سنے یا نہ سنے۔ یہ مضمون اصل میں حضرت خلیفۃ المسیحؓ کا لکھوایا ہوا ہے۔ مگر آپ نے فرمایا اپنی طرف سے لکھو، اس میں کچھ حکمت ہے۔ اور فرمایا کہ خوب زور سے لکھو، ڈرنا نہیں، مخالفت ہوگی مگر حق کی مخالفت ہوا ہی کرتی ہے۔ والسلام۔ خاکسار مرزا محمود احمد"

(غالباً اگست یا ستمبر 1913ء کی تاریخ درج تھی)

مولوی محمد علی صاحب ان دنوں بڑے جوش میں تھے اور کسی کی نہیں سنتے تھے اور "پیغام صلح" میں کانپور سے متعلق حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کے مضامین کے خلاف لکھا کرتے تھے۔ جیسا کہ مذکورہ خط سے ظاہر ہے کہ گویا دراصل حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی ہی مخالفت ہوا کرتی تھی۔

حضورؓ کا اعتماد اور انصار اللہ کے ٹریکٹ

ستمبر 1913ء کے آخر میں خاکسار واپس راولپنڈی آ گیا۔ ان دنوں انصار اللہ کے ٹریکٹ شائع ہوا کرتے تھے۔ میرا نام بھی ان میں شائع ہوتا تھا۔ حالانکہ میں نے خود اپنا نام نہیں لکھوایا تھا۔ مجھے حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ نے بتلایا کہ جب ٹریکٹ لکھے جانے لگے تو میں نے اور حضرت صاحبزادہ صاحبؓ نے آپ کا نام لے کر پوچھا کہ ان کی تحریر تو کوئی نہیں آئی، نام لکھا جائے یا نہ۔ تو آپؓ نے فرمایا ان کا نام شائع کرا دیں، ان سے پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؓ کو خاکسار پر بڑا اعتماد تھا۔

ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کو انصار اللہ کے ٹریکٹوں سے بڑی نفرت تھی اور وہ

پسند نہ کرتے تھے کہ میں بھی انصاراللہ میں شامل رہوں اس لئے انہوں نے بعض باتیں بیان کیں تا کہ میرے ایمان کو متزلزل کیا جائے۔ میں نے ان کے تمام اعتراضات بطور سوالات حضرت مرزا محمود احمد صاحبؓ کی خدمت میں لکھ کر جواب کے لئے عرض کیا۔ تو آپؓ نے جواب میں ایک مفصل خط لکھا۔ ان ایام میں ڈاکٹر بشارت احمد صاحب سے بھی مجھے بڑی محبت تھی اور عام طور پر راولپنڈی میں ہمیں یک جان دو قالب سے تعبیر کیا جاتا تھا۔ جب حضرت میاں صاحبؓ کا خط میں نے ان کو سنایا تو انہوں نے گھبرا کر کہا کہ بابو صاحب! آپ نے ایک عظیم الشان آدمی (یعنی حضرت مرزا محمود احمد صاحبؓ) کا دل دکھا دیا ہے۔ میں نے کہا مجھے تو اپنے ایمان سے غرض ہے اور جو اس کو بچائے اور اس میں ترقی کا موجب ہو وہ مجھے پیارا ہے۔ اور چونکہ آپ بھی میرے محبوب ہیں اور مرزا محمود احمد صاحبؓ بھی۔ مگر آپ دونوں میں اختلاف ہے اس لئے میں دو کشتیوں میں پاؤں نہیں رکھ سکتا۔ آج سے مَیں آپ کو مرزا محمود احمد صاحبؓ پر قربان کرتا ہوں۔ یہ کہتے ہوئے میں بائیسکل پر سوار ہو کر چلا گیا۔ اس وقت سے ڈاکٹر صاحب کے دل میں میرے لئے بغض پیدا ہو گیا۔ دراصل میرے لئے کانپور کی مسجد والا جھگڑا خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایک خاص نعمت بن گیا کیونکہ اگر ڈاکٹر صاحب موصوف سے میرے تعلقات قائم رہتے تو میرے لئے بدترین ساتھی بنتے۔ اور مجھے گمراہ کر کے پیغامیوں میں ملا لیتے۔

خلافت ثانیہ کا قیام اور تبلیغ کا جوش

☆ مارچ 1914ء میں ہمیں اطلاعات قادیان سے ملنے لگیں کہ حضرت خلیفہ اوّلؓ کی طبیعت علیل ہے اور ایسا اتفاق ہوا کہ غالباً 13 مارچ کو مجھے دفتر میں جب تار یا خط ملا تو وہ تاریخ ہمارے دفتر کے معائنہ ہونے کی تھی۔ اور میرے لئے رخصت حاصل کرنا تقریباً ناممکن تھا۔ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کو تو مولوی محمد علی صاحب کی طرف سے خاص اطلاع ملتی تھی۔ وہ قادیان چلے گئے۔ حضرت خلیفہ اوّلؓ کی وفات 13 مارچ کو ہوئی اور 14 مارچ کو حضرت خلیفہ ثانیؓ منصبِ خلافت پر متمکن ہوئے۔ میں نے اطلاع پاتے ہی بیعت کا خط لکھ دیا۔ 20 مارچ کو ڈاکٹر صاحب ابھی قادیان میں تھے، اس لئے سب احباب نے مجھے جمعہ پڑھانے کو کہا تو میرا خیال تھا کہ ڈاکٹر صاحب کا احباب پر اثر بھی تھا اور وہ خوش الحان بھی تھے۔ اس لئے میں نے خطبے کے شروع میں کہا کہ جن دوستوں نے نماز ڈاکٹر صاحب کے پیچھے پڑھنے کی نیت کی ہوئی ہے وہ سمجھ لیں کہ ان کی نماز اللہ تعالیٰ کی نماز نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نماز وہ ہے جو محض اُس کے لئے پڑھی جائے خواہ پڑھانے والا کوئی بھی احمدی ہو، بڑا ہو یا چھوٹا، خوش الحان ہو یا بھدی آواز والا۔ بڑے علم والا ہو یا کم علم والا۔ وغیرہ۔ اس کا اثر دوستوں کے دلوں پر ہوا۔

☆ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب واپس آ کر اس امر کی تشہیر کرنے لگے کہ قادیان میں سوائے چند قادیانیوں کے اَور لوگوں نے بیعت نہیں کی، دوست مولوی محمد علی صاحب کے ساتھ ہیں۔ نیز حضرت خلیفہ اوّلؓ کی وفات کے ساتھ ہی اہل پیغام نے ایک گمنام ٹریکٹ کی اشاعت شروع کر دی تھی جس سے احباب بیعت کرنے سے رُک گئے تھے۔ اور اس کا زیادہ اثر راولپنڈی میں تھا کیونکہ یہاں ڈاکٹر بشارت احمد صاحب درس دیا کرتے تھے۔ اگلے جمعہ میں ڈاکٹر صاحب نے نماز پڑھائی اور خطبہ میں حضرت مولوی محمد احسن صاحبؓ پر پھبتیاں اڑائیں اور کہا کہ ان کو تو قرآن کریم کی ہر آیت سے خلافت محمود ہی نکلتی نظر آتی ہے۔ نماز کے بعد میں نے احباب کو کہا کہ ڈاکٹر صاحب کا مولوی محمد احسن صاحبؓ پر ہنسی اڑانا بہت ناپسندیدہ امر ہے۔ آپ دوست ڈاکٹر صاحب سے پوچھیں کہ ایسے شخص کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں جو رشوت کا روپیہ لے کے اپنے پاس جمع رکھتا ہے، یہ شخص مولوی محمد علی صاحب ہیں اور اس واقعہ کے میرے ساتھ خود ڈاکٹر بشارت احمد صاحب بھی گواہ ہیں۔ اس پر لوگوں میں ایک شور پڑ گیا۔ پھر اُسی وقت دو دوستوں نے مجھے بتایا کہ وہ بھی بیعت کر چکے ہیں۔ چنانچہ میں نے کہا کہ اب ہم تین احمدی مبائع ہو گئے ہیں، ہماری جماعت بن جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

☆ پھر بحثیں بڑے زور سے گرم ہونے لگیں۔ میں نے ان میں اتنا حصہ لیا کہ قریباً روزانہ حضرت خلیفہ ثانیؓ کی خدمت میں رپورٹ بھجواتا اور میں نے سنا کہ حضورؓ میرا ذکر قادیان میں کیا کرتے تھے۔ یہ ایام میرے لئے ایام جہاد تھے۔ میں ہر وقت اس کوشش میں رہتا تھا کہ کسی پیغامی کو اپنے اندر جذب کر لیا جائے۔

مولوی علی احمد حقانی صاحبؓ کی بیعت

مولوی علی احمد صاحبؓ حقانی جو عالم متبحر اور خاکسارانہ طرز کے انسان تھے اور ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے ساتھ قادیان گئے تھے اور انہی کا اثر لے کر واپس آئے تھے۔ میں ان سے ملنے گیا تو اپنی عادت کے مطابق بڑی محبت سے پیش آئے۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں احمدی رہ چکے تھے۔ مگر ایک خواب کی بناء پر جس میں انہوں نے دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہے ہیں، احمدیت سے علیحدہ ہو گئے تھے۔ پھر حضرت خلیفہ اوّلؓ کی بیعت کی اور سلسلہ میں دوبارہ داخل ہو گئے۔ مگر ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی بدصحبت کی وجہ سے اب پھر ابتلاء میں پڑ گئے تھے۔ ملاقات میں معلوم ہوا کہ حقانی صاحب پیغامی حضرات کو راہ راست پر سمجھتے ہیں۔ بعض باتوں کے بعد میں نے پوچھا کیا آپ نے اس شخص سے ملاقات کی جو اپنے آپ کو خلیفۃ المسیح کہتا ہے اور بہانگ دہل اپنا دعویٰ پیش کرتا ہے اور خدا تعالیٰ کو گواہ کر کے کہتا ہے کہ میرے منکر خدا تعالیٰ کی گرفت میں آ جائیں گے؟ کہنے لگے نہیں، انہیں تو میں نہیں مل سکا۔ میں نے کہا آپ تب تک صبر کریں جب تک میں آپ کی اُن سے علیحدگی میں ملاقات نہ کرا دوں۔ وہ مان گئے اور وعدہ کیا کہ قادیان جائیں گے۔

چنانچہ میں اور سید محمد اشرف صاحب ان کو اپریل 1914ء میں قادیان لے گئے۔ میں نے حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ میں مولوی علی احمد صاحب حقانی کو اس وعدہ پر لایا ہوں کہ حضور سے علیحدگی میں ان کی ملاقات کرائی جائے گی۔ حضور نے فرمایا کہ میں آج رات آپ دونوں کو بلاؤں گا، مسجد مبارک میں رات کے وقت انتظار کریں۔ ہم لوگ بڑی دیر تک وہاں رہے، مگر ہمیں کسی نے نہ بلایا۔ دوسرے دن میں نے عرض کیا کہ ہمیں نہیں بلایا گیا تو فرمایا آج رات بلاؤں گا۔ مگر وہ رات بھی گزر گئی۔ تیسرے دن میں نے عرض کیا کہ ہماری رخصت کا یہ آخری دن ہے،

کل صبح ہم نے ضرور واپس جانا ہے۔ فرمایا آج رات ضرور بلوایا جائے گا۔ چنانچہ رات کے دس بجے کسی نے کو بھیج کر حضورؓ نے بلوالیا۔ دستک دینے پر حضورؓ نے خود دروازہ کھولا اور ہم دونوں کو اپنے پاس بیٹھنے کا ارشاد فرمایا۔ (غالباً حضورؓ نے اس ملاقات کے دوران گزشتہ دوراتوں میں نہ بلانے کی وجہ بیان کی ہوگی لیکن حضرت شیخ صاحبؓ نے اپنی یادداشت میں اس کا ذکر نہیں فرمایا)۔

حضرت شیخ صاحبؓ بیان فرماتے ہیں کہ ہمارا دل ابھی خوشی کی لذت محسوس ہی کر رہا تھا کہ دروزاہ پر پھر دستک ہوئی اور حضرت صاحب خود ہی دروازہ کھولنے گئے۔ دیکھا تو مولوی محمد علی صاحب ہیں اور ان کے ساتھ ماسٹر فقیر اللہ صاحب۔ حضورؓ ان دونوں کو ہمراہ لے کر کمرہ میں تشریف لائے۔ بیٹھنے پر مولوی محمد علی صاحب نے کہا مَیں چندروز کے لئے لاہور جارہا ہوں، میری طرف سے بیوی صاحبہ (حضرت امّ المؤمنین) کی خدمت میں میرا اسلام عرض کر دیں۔ اس کے بعد ہر دو صاحبان رخصت ہوگئے۔ حضرت صاحب دروازہ تک گئے اور دروازہ بند کر کے آگئے۔

میں نے حضرت صاحب سے عرض کیا کہ مولوی احمد علی صاحب خلیفہ اوّلؓ کی وفات پر قادیان آئے تھے اور مولوی محمد علی صاحب کے مکان پر ٹھہرے تھے۔ اب حضورؓ کے سامنے بیٹھے ہیں تا کہ سوال کر کے اپنی تسلی کر لیں۔ مولوی صاحب نے کہا کہ میں تین روز تقریریں سنتا رہا ہوں میرا دل صاف ہو گیا ہے اور کوئی بات پوچھنے والی باقی نہیں رہی۔ میں نے خوش ہو کر حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور! یہ بات الگ رہی، میں چاہتا ہوں کہ مولوی صاحب حضور سے کچھ سوالات کر کے جواب لیں۔ مولوی صاحب نے پھر انکار کیا اور کہا کہ میرے دل میں کوئی شبہ نہیں رہا، مجھے کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں رہی۔ میں نے زور دیا نیز حضورؓ سے عرض کیا کہ مولوی صاحب کو کہیں کہ ضرور سوال کریں۔ تو حضرت صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کی الہامات کی کاپی جو ''ازالہٴ اوہام''، طبع اوّل کے سائز کی تھی اور قریباً اتنی ہی موٹی تھی کھول کر اس کا ایک صفحہ ہمیں دکھلایا اور پڑھا جس میں تحریر تھا کہ آج محمود نے مجھے اپنی خواب سنائی۔ اور فرمایا کہ دیکھو یہ تحریر حضرت صاحب کی ہے، میں اس وقت بچہ تھا، میری تحریر نہیں اور خواب کی تعبیر یہی ہے کہ میں خلیفہ بنوں گا۔ اور ہمیں یہ دکھلا کر کہ اس کے دوسرے صفحوں پر حضرت مسیح موعودؑ کے اپنے الہامات حضور کی اپنی قلم سے لکھے ہوئے ہیں جن سے ہر قسم کا شبہ رفع ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ یہ کام بھی میں خود ہی کر سکتا تھا کہ خود ہی خواب بنالوں اور اس کی تعبیر بھی یہ ہو کہ میں خلیفہ بنوں گا!۔

بعد ازاں میں نے پھر مولوی احمد علی حقانی صاحب سے کہا کہ آپ کوئی سوال تو کریں۔ آخر تنگ آ کر مولوی صاحب نے کوئی سوال کیا جس کا حضورؓ نے جواب دیا۔ اتنے میں بڑی رات ہوگئی۔ میں نے کہا کہ حضور! میں حضرت خلیفہ اوّلؓ کی وفات پر نہ آسکا اور حضور کی تحریری بیعت کر لی تھی۔ اب دستی بیعت کرنا چاہتا ہوں تو حضور نے ہاتھ بڑھایا اور میں نے حضورؓ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت کی۔ اس کے بعد حضورؓ نے دعا فرمائی۔ جب دعا ہو چکی اور میں تعجب اور حیرت میں ہی گرفتار تھا کہ یہ کیا ہوا کہ مولوی صاحب کہتے تو یہ ہیں کہ میرا دل صاف ہو گیا ہے مگر بیعت بھی نہیں کرتے۔ اتنے میں مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضور میں بھی بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ حضور نے ان کی بیعت بھی قبول فرمائی۔ اور دعا کی۔

میں نے حضرت کے حضور کسی وقت عرض کیا کہ مولوی صاحب میں انکسار بہت ہے۔ مجھے ڈر رہتا ہے کہ کبھی پیغامی انہیں دھوکا نہ دیدیں۔ ان دنوں نماز جمعہ مَیں ہی پڑھایا کرتا تھا۔ حضور نے فرمایا کہ ان کو امام بنالو۔ مجھے اور بھی خوشی ہوئی اور مولوی صاحب موصوف کو نمازوں میں امام بنادیا گیا۔ (الحمدللہ کہ حضرت حقانی صاحب کا انجام بخیر ہوا۔ ان کے ایک فرزند مکرم چوہدری بشیر احمد صاحب حقانیؓ B.A; L.L.B. کچھ عرصہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے پرائیویٹ سیکرٹری بھی رہے تھے۔ ایک اور فرزند مکرم ماسٹر نذیر احمد صاحب رحمانی مدرس مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان ور بوہ بھی بہت مخلص بزرگ تھے)۔

حضورؓ کی نوازشات خسروانہ

☆ غالباً اپریل 1914ء کی بات ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ مسجد مبارک میں تشریف لاتے اور پھر کسی کام کے لئے اندرون خانہ تشریف لے جاتے مگر کسی کو اجازت نہیں تھی کہ راستہ میں یعنی محراب مسجد مبارک سے بیت الفکر تک حضور سے مصافحہ کرے یا کوئی بات چیت کرے۔ حضور کے پیچھے پیچھے جو خادم حضور کے ساتھ جاتا تھا، اُسے میں نے ایک چھوٹے سے پرزہ کاغذ پر یہ شعر لکھ کر دیا ؎

دیدار می نمائی و پرھیز می کنی
بازار خویش و آتشِ ماتیزمی کنی

(یعنی دیدار کی تو اجازت ہے مگر بات کرنے کی نہیں۔ اس سے تو مرے جذبہٴ شوق کی آتش کچھ زیادہ ہی تیز ہو رہی ہے)۔

تو حضور نے فرمایا کہ آپ اندر یعنی بیت الفکر میں آجائیں۔ آپ کو کس نے روکا ہے؟۔ یہ حضورؓ کی نوازش خسروانہ تھی۔ اندر چند احباب بیٹھے ہوئے تھے۔ میں بھی وہاں جا بیٹھا۔ حضورؓ کا کھانا آیا تو حضورؓ نے مجھے بھی کھانے میں شمولیت کا شرف بخشا۔ الحمدللہ، ثم الحمدللہ۔

☆ 1919ء یا 1920ء میں ایک دفعہ میں حضورؓ کی زیارت کے لئے قادیان گیا۔ حضور نے میری اور بابو عبدالحمید صاحب پٹیالوی کی دعوت کی۔ اس دعوت میں حضرت خلیفہ ثانیؓ، حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ، بابو صاحب اور خاکسار تھے۔ وہ کمرہ جس میں حضورؓ تشریف لائے تھے سنا گیا تھا کہ محترمہ سیدہ ناصرہ بیگم صاحبہ سلمہا اللہ تعالیٰ کا تھا۔

حضورؓ نے ایک مرغ بریاں ہماری طرف کر کے فرمایا کہ چھری سے کاٹ کر کھائیں۔ پھر خود ہی اسے کاٹنے لگے اور فرمایا کہ سخت ہے نرم نہیں۔ باقی اور کھانے بھی تھے جو ہم سب نے کھائے۔

☆ غالباً 1916ء میں مَیں بنوں میں ملازم تھا کہ حضرت مولوی علی احمد صاحب حقانی راولپنڈی سے قادیان تشریف لے گئے اور واپس آکر مجھے خط میں لکھا کہ دوران ملاقات حضورؓ نے آپ کا ذکر کیا تھا۔ میں نے مولوی صاحب کی خدمت میں لکھا کہ کیا ذکر آیا تھا۔ اس کے جواب میں مولوی صاحب مرحوم نے یہ شعر تحریر فرمایا:

مانی از تصویر یار دلستان خواهد کشید
حیرتے دارم که نازش راچسان خواهد کشید

یعنی میں حضرت خلیفہ ثانیؓ کے اس اندازِ محبوبانہ کی کس طرح تصویر کھینچوں جو حضور کے بیان کے وقت حضور کے چہرہ اور بشرہ سے ظاہر ہوتا تھا۔

مجھے یاد ہے کہ میں مدتوں یہ شعر ہی پڑھ کر مزے لیتا رہا۔

☆ غالباً 1920ء میں حضرت خلیفہ ثانیؓ نے مجھے مخاطب کر کے حضرت مولوی علی احمد صاحب حقانی کا یہ شعر پڑھا

صورتِ عکس پر آئینہ کو الٹا ہے غرور
منہ تو دکھلائے اِدھر جب رخ جاناں نہ ہو

اور فرمایا کہ حقانی صاحب کا یہ شعر بہت عمدہ ہے۔

حضرت شیخ فضل احمد صاحبؓ بیان فرماتے ہیں کہ حقانی صاحب نے اپنے اس شعر میں خواجہ کمال الدین صاحب کی تقاریر کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ اپنی تقاریر میں وہ حضرت مسیح موعودؑ کے بیان فرمودہ مضامین کو چھوڑ کر کچھ اور بیان تو کر کے دیکھیں کہ اُن کے کلام میں کوئی چاشنی باقی بھی رہ جاتی ہے!۔

محترم سید حسن شاہ صاحب کی بیعت

☆ راولپنڈی میں 1918ء یا 1919ء میں بعد نماز جمعہ سید حسن شاہ صاحب سے دوران گفتگو لاہور کے پیغامی احباب کے متعلق میری زبان سے کچھ سخت الفاظ نکل گئے۔ اس پر شاہ صاحب نے غصہ منایا۔ میں نے جوش سے دس روپے کا نوٹ نکال کر ان کے سامنے کیا اور کہا کہ یہ لیں اور قادیان جا کر اُس شخص کو تو دیکھیں جو خلافت کا دعویدار ہے۔ پھر اگر دل پر اثر نہ ہو تو آپ بری الذمہ۔ انہوں نے کہا کہ میں روپیہ نہیں لیتا، آپ میرے ساتھ چلیں۔ میں نے کہا بہت اچھا۔ چنانچہ ہم دونوں قادیان گئے، اور انہوں نے قادیان میں نہ صرف بیعت کی بلکہ قادیان کے ہی ہو گئے۔ الحمد للہ۔

خلافت کی تائید میں تبلیغی سرگرمیاں

☆ ایک دفعہ تمام جماعت کے احباب اور بعض پیغامی احباب کو بلا کر کیمل کور راولپنڈی میں دعوت دی اور ساری رات بحث میں گزار دی۔ مگر پیغامی احباب پر کچھ اثر نہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ثواب دیدیا۔

☆ جب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب (جو مولوی محمد علی صاحب کے بڑے مضبوط بازو تھے اور جن کے مکان میں مولوی محمد علی صاحب رہتے تھے) کوہ مری تبدیل ہو کر آ گئے۔ 1925ء میں بابو شاہ عالم صاحب احمدی ہیڈ کلرک کیمل کور جہلم میرے پاس کوہ مری تشریف لے آئے تو انہوں نے چاہا کہ مَیں ڈاکٹر صاحب کے ساتھ تبادلہ خیال کروں۔ میں نے بہت عذر کیا اور کہا کہ شاہ صاحب بہت سخت ہیں اور ان کے بے ادبی سے حضرت خلیفہ ثانیؓ کا ذکر کرنے سے مجھے اشتعال آ جاتا ہے اور بات کرنی مشکل ہو جاتی ہے۔ مگر انہوں نے میری ایک نہ سنی اور مجھے ان کی کوٹھی پر لے گئے۔ تعارف کرانے پر شاہ صاحب نے کہا کہ وہ مجھے جانتے ہیں اور بارہا میری غائبانہ تعریف مولوی محمد علی صاحب نے ان کے سامنے کی ہے۔ یہ سن کر میں نے دعا کی کہ الٰہی! یہ مجھے کسی پیچ میں لا کر خراب نہ کریں اور میں تعریفی الفاظ سن کر خاموش نہ ہو جاؤں بلکہ حق پر قائم رہوں۔

نماز ظہر کے وقت میں نے شاہ صاحب سے کہا کہ میں آپ کے پیچھے نماز نہیں پڑھوں گا، انہوں نے کہا کہ اگر آپ یہ بات نہ کہتے تو میں آپ کے پیچھے نماز پڑھنے کو تیار تھا۔ مگر اب چونکہ آپ نے انکار کر دیا ہے اس لئے میں بھی الگ نماز پڑھوں گا۔ غرض میں اور بابو شاہ عالم صاحب ہر دو نے ان سے الگ نماز پڑھی۔ اس کے بعد گفتگو شروع ہوئی۔ میں نے عرض کیا کہ آپ صدر انجمن احمدیہ کے رُکن تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر قریباً تمام ارکان نے ہم لوگوں کو ہدایت کی تھی کہ سب احمدی حضرت خلیفہ اوّلؓ کی اسی طرح فرمانبرداری کریں، جس طرح حضرت مسیح موعودؑ کی کرتے تھے۔ ہم نے آپ کی ہدایت کی تکمیل کی۔ اب ہم پر اعتراض ہے کہ تم محمودی ہو کر مشرک ہو گئے ہو، اب خدا کے سامنے آپ کا گریبان ہوگا اور ہمارا ہاتھ، یہ کہتے ہوئے کہ الٰہی! یہی لوگ ہیں کہ جنہوں نے ہم کو خلیفہ کا فرمانبردار بنایا اور اب اگر اس فرمانبرداری کا نام خلیفہ پرستی ہے جیسا کہ یہ لوگ کہتے ہیں تو انہیں سزا ملنی چاہئے، نہ کہ ہمیں۔

سید محمد حسین شاہ صاحب نے کہا کہ میرا نام ان اشتہارات میں چھاپا گیا ہے حالانکہ میں نے شمولیت کا اظہار نہیں کیا۔ میں نے کہا کہ یہ اور بھی ظلم ہے کہ 1908ء سے یہ شائع ہو رہا ہے اور اب 1925ء ہے، سترہ سال بعد آپ نے ظاہر کیا ہے کہ یہ غلط اشتہار ہے۔ آج تک آپ نے کیوں حق کو چھپایا اور لوگوں کو دھوکے میں رکھا؟۔ وہ اس کا کچھ جواب نہ دے سکے۔

پھر میں نے کہا کہ اگر حضرت مسیح موعودؑ کو آپ ایک مومن ہی سمجھ لیں، تو آپ کو ماننا پڑے گا کہ ایک پچھتر سال کا مومن جو آخر عمر میں بات کرے گا وہ زیادہ پختہ ہوگی۔ مگر یہ عجیب بات ہے کہ بقول آپ کے حضورؑ نے انجمن کو اپنا جانشین بنایا اور اس خلیفہ نے جسے آپ نے بھی مطاع مانا، اپنی خلافت کے زمانہ میں صاف صاف کہہ دیا کہ جانشین میں ہوں نہ کہ انجمن، ایسا کیوں ہوا؟۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی آخری بات زیادہ وزن دار ہوتی اور خلیفہ اس کی تائید کرتا۔

شاہ صاحب نے کہا کہ پہلی دفعہ مریض کو دوا کی تین خوراک دیتے ہیں، زیادہ نہیں۔ اور لاجواب ہو کر گفتگو ختم کر دی۔

قربانی پیش کرنے کا پھل

1918ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ پر انفلوئنزا کے مرض کا سخت حملہ ہوا۔ یہاں تک کہ آپؓ نے وصیت بھی لکھ دی تو ان دنوں میں نے ایک خط آپ کی خدمت میں لکھا جس میں یہ دعا تھی کہ خدایا! میری نابکار زندگی کس کام کی ہے، میری عمر جو باقی ہے وہ حضور کو دیدے۔ اس دعا کے چند سال بعد قادیان میں ایک نوجوان نے جو اس وقت حضور کے پرائیویٹ سیکرٹری تھے، ملاقات ہونے پر بڑی گرم جوشی سے بغل گیر ہو کر مجھے بتایا کہ آپ ان چھ دوستوں میں سے ایک ہیں جنہوں نے اپنی زندگی حضور پر قربان کرنے کے لئے دعا کی تھی۔ ان چھ احباب میں حضرت سید احمد شاہ صاحبؓ سیالکوٹی صحابی بھی تھے۔ خدا تعالیٰ نے ان کی قربانی قبول کر لی۔ وہ وفات پا گئے۔ اور آپ پانچ جو باقی رہ گئے ان کو ثواب مل گیا۔ میں

نے ان کی بات سن کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اپنی زندگی کے لمبا ہونے پر یہی دلیل سمجھی کہ چونکہ میں نے زندگی پیش کی تھی، خدا نے زندگی بڑھا دی۔ اور حضرت خلیفہ ثانیؓ کے ساتھ مماثلت اور مشابہت بھی پیدا کر دی۔ فالحمد للّٰہ ثم الحمدللّٰہ۔

حضورؓ کا اعتماد اور خدمت کی توفیق

☆ ایک دفعہ حضرت خلیفہ ثانیؓ نے مجھے راولپنڈی لکھا کہ ایک اونٹ اور ایک دیلر گھوڑا تانگہ کے لئے نیلام سے خرید کر بھجواؤ۔ قادیان سے بٹالہ تک کچی سڑک ہے۔ معمولی گھوڑا کام نہیں دے سکتا یا فرمایا کہ تھک جاتا ہے۔ خاکسار نے اونٹ تو بھجوا دیا مگر گھوڑا دیلر نہ مل سکا۔

☆ 1917ء میں بنوں میں مجھے چند روز بخار آیا تو میجر ڈیل نے جو عارضی طور پر کمانڈر ہو کر آئے تھے، بڑی محبت سے کہا کہ آپ تبدیلی آب و ہوا کے لئے کسی پہاڑ پر چلے جائیں۔ مجھے خیال آیا ان دنوں حضرت خلیفہ ثانیؓ شملہ میں ہیں، میں آپ کے پاس چلا جاؤں۔ افسر موصوف نے مجھے ریل کا پاس وہاں سے بٹالہ اور بٹالہ سے شملہ اور اسی طرح واپسی کے لئے دیا۔ میں خوشی خوشی شملہ چلا گیا۔ ٹوٹی کنڈی کوٹھی حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ نے کرایہ پر لی ہوئی تھی اور اسی کے ایک حصہ میں حضورؓ قیام فرما تھے۔ میں حضورؓ کے پاس جا ٹھہرا۔ ان دنوں مکرم معظم چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحبؓ اور حضرت مرزا عزیز احمد صاحبؓ بھی وہاں تھے۔ ایک ماہ کے قریب میرا وہاں قیام رہا۔ واپسی پر میں نے حضورؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو واپسی پر بٹالہ کے سٹیشن پر حضورؓ کے لئے کھانا میں لاؤں گا۔ فرمایا کہ کھانا گھر سے سٹیشن پر کس طرح لاؤ گے؟۔ میں نے نا سمجھی اور اخلاق میں کہا کہ لے آؤں گا۔ آپؓ نے منظور فرما لیا۔

چنانچہ میں دو تین روز پہلے چلا آیا اور حضورؓ کے قافلہ کے لئے (جن میں حضرت امّ المؤمنینؓ اور حضور کے حرم بھی تھے) کھانا تیار کروایا۔ جب اسے سٹیشن پر لے جانے لگے تو بڑی دقت پیش آئی۔ شوربے کا بڑا پتیلا چھلکنے لگا، فرنی گر گر پڑتی۔ ویسے ہی باقی اشیاء کا حال تھا۔ غرض مشکل سے بڑی دیر میں سٹیشن پر پہنچا تو حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے مجھے ملتے ہی کہا کہ حضور ناراض ہیں۔ آپ نے کھانا لانے میں بہت دیر کر دی۔ میں نے حضورؓ کے سامنے پیش ہوتے ہی کہا ۔

از خورداں خطا و از بزرگاں عطا

(چھوٹوں سے خطا ہی سرزد ہوجاتی ہے اور اعلیٰ مرتبت معاف ہی کر دیا کرتے ہیں)

آپؓ خاموش ہو گئے اور فرمایا اچھا ہمارے فلاں مہمان کو جو ریل میں جا رہے ہیں کھانا جلدی دو، گاڑی چھوٹنے والی ہے۔

میں نے اسے بھی کھانا دیا اور حضورؓ کو اور قافلہ کو بھی کھانا پیش کیا، جو سب نے کھایا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

☆ میرے ایک داماد نے خلافت ثانیہ کے خلاف فتنہ انگیزی کرنے والوں کے ساتھ شرکت کی۔ میں نے اس کے ساتھ بیزاری کا اظہار کیا۔ حضور نے خوشی کا اظہار کیا اور میرا یہ جواب الفضل میں شائع کر دیا۔

☆ غالباً 1921ء میں کشمیر سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ واپس تشریف لائے تو حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ نے جو ساتھ تھے قافلہ کو ریل گاڑی پر سوار کرانے وغیرہ، ضروری امور انجام دینے کا ارشاد فرمایا۔ راولپنڈی اسٹیشن کے بعض کلرکوں کی شرارت سے تکلیف پہنچی مگر قافلہ بخیریت روانہ ہو گیا۔ البتہ ریلوے سٹاف نے لاہور تار دی کہ قافلہ کے سامان کی پڑتال کی جائے۔ اس لئے لاہور میں اتروا کر تلوایا گیا۔ لیکن غفلت سے حضور کا بستر وہیں رہ گیا۔ جس کا علم قادیان پہنچنے پر ہوا۔ مکرم عبداللہ صاحب ٹیلر نے جو بہشتی مقبرہ میں مدفون ہیں، مجھے بتلایا تھا کہ انہوں نے راولپنڈی کے اسٹیشن پر خود یہ بستر اٹھا کر سیکنڈ کمپارٹمنٹ میں رکھا تھا جہاں حضور مع اہل و عیال سوار تھے اور یہ بھی بتایا کہ ایک عرصہ کے بعد نیلامی کے وقت اس بستر میں سے ایک لفافہ دیکھ کر جس میں حضور کا اسم مبارک اور پتہ درج تھا، آپ کی شان و حیثیت کو مدنظر رکھ کر بستر حضور کی خدمت میں بھجوا دیا گیا۔

مجھے جب بھی یہ واقعہ یاد آتا ہے تو میں گھبرا جاتا ہوں کہ کہیں حضورؓ کے دل میں یہ خیال نہ آیا ہو کہ میری غفلت اس کی گمشدگی کا باعث بنی تھی۔ اللہ تعالیٰ ہی غفلتوں سے بچائے اور اس بات سے بھی کہ اپنی شامتِ اعمال سے یہ دن نہ آئے کہ غفلت کسی کی ہو اور نام کسی اَور کے لگ جائے۔ اور کسی پاک انسان کے دل پر میل آجائے اور گناہگار کو اس پاک دل کے پریشان ہونے کی وجہ سے تکلیف پہنچے۔

☆ میں نے 1913ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو دعوت دی تھی کہ وہ مری میں میرے پاس تشریف لائیں اور آپؓ نے معذوری ظاہر کی تھی۔ 1925ء میں آپ کی اولاد اور خاندانِ حضرت مسیح موعودؑ کے دیگر افراد کو بھجوا کر اللہ تعالیٰ نے میری یہ خواہش پوری کر دی۔ چنانچہ جولائی 1925ء میں جو قافلہ میرے مکان پر اترا اُس میں حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب (خلیفہ ثالثؒ) اور مکرم مرزا مبارک احمد صاحب (ابناء حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ)، مکرم مرزا مظفر احمد صاحب اور مکرم مرزا حمید احمد صاحب (ابناء حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ)، مکرم مرزا منصور احمد صاحب، مکرم ظفر احمد صاحب، مکرم مرزا داؤد احمد صاحب (ابناء حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ)۔ نیز مکرم مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضل جٹ مدرس مدرسہ احمدیہ (امیر جماعت احمدیہ قادیان) وغیرہ بھی شامل تھے۔

انہی دنوں حضرت چوہدری محمد نصراللہ خان صاحبؓ مع اہل بیت اور محترمی چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب پنڈی پوائنٹ مری میں واقع ایک کوٹھی میں تشریف لے آئے اور یوں کوہ مری پر ایک نہایت خوشنما نظارہ پیدا ہو گیا۔ صاحبزادگان کی موجودگی سے ہر ایک قسم کی برکت اور رونق ہو گئی۔ مجھے یاد ہے کہ ایک روز مکرم چوہدری صاحب نے مجھے انگریزی میں کہا: کاش میں آپ کی حیثیت میں ہوتا۔ مراد یہ تھی کہ جس طرح یہ صاحبزادگان آج آپ کے مہمان ہیں یہ نعمت مجھے بھی میسر آتی۔ واقعی یہ اللہ تعالیٰ کا احسان تھا ورنہ میرے جیسا بے حیثیت کب اس لائق تھا!۔ بقول غالبؔ

وہ آئے گھر پر ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

☆ غالباً 1921ء میں خاکسار نے حضرت خلیفہ ثانیؓ اور صاحبزادگان حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ، حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ، حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحبؓ اور بعض دیگر معزز احباب کی دعوت کی۔ اور میاں مولا بخش صاحب باورچی کے ذریعہ کھانا تیار کروایا اور ان سے کہا کہ کوئی ایسی چیز بھی تیار کریں جسے حضرت صاحب خاص طور پر پسند کرتے ہوں۔ تو انہوں نے سالم مرغ بریاں تیار کیا جسے حضرت نے پسند فرمایا اور کچھ تناول فرمایا۔ اس دعوت کے بعد میں نے قادیان کے ان دوستوں کی دعوت کی جو بظاہر غریب معلوم ہوتے تھے۔

غالباً 1922ء میں ایک دفعہ حضرت امّ المؤمنینؓ واقعہ محلّہ دارالامان (باب الامن) میں میرے مکان پر تشریف لائیں۔ اہلیہ اوّل گھر میں موجود تھیں۔ میں آپؓ کے لئے مٹھائی لایا۔ آپ نے ازراہ کرم اسے قبول فرمایا اور آپ کے ارشاد کے مطابق آپ کے ہاں پہنچا دی۔ پھر 1923ء میں خاندان مسیح موعودؑ کی خواتین محترمات کی دعوت کی۔ جس میں حضرت امّ المؤمنین بھی تشریف لائیں تھیں۔

جہاد ملکانہ میں شرکت

خلافت کی اطاعت اور برکات

1923ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا ارشاد پہنچا کہ احمدی احباب رخصت لے کر آگرہ آجائیں۔ جہاں آریہ قوم نے بہت سے مسلمانوں کو شدھی کرلیا ہے۔ مجھے اس ارشاد کے ملنے سے خوشی بھی ہوئی لیکن فکر بھی۔ اس وجہ سے کہ کوہ مری میں اکیلا میں کمانڈنگ افسر میجر براٹسن کے ساتھ تھا اور دفتر کا سارا کام میرے سپرد تھا۔ میں نے ڈرتے ڈرتے افسر موصوف سے ذکر کیا کہ یہ مذہبی معاملہ ہے اور میرے مرشد کا حکم آیا ہے کہ میں بھی آگرہ آجاؤں اور ایک ماہ تک وہاں کام کروں۔ افسر نے کہا کہ آپ کے سوا اور کوئی کلرک بھی یہاں نہیں ہے، دفتر کا کام کون کرے گا۔ میں نے کہا مجبوری ہے، یہ مذہبی معاملہ ہے۔ افسر نے سوچ سوچ کر کہا اچھا چلے جاؤ مگر اس شرط پر کہ جب مجھے ضرورت پڑے گی تو آپ کو تار دیا جائے گا، آپ کو واپس آنا ہوگا۔ میں نے کہا کہ اگر آپ نے مجھے واپس بلایا تو کرایہ آمدورفت آپ کے ذمہ ہونا چاہئے۔ افسر نے یہ منظور کرلیا۔ سو میں آگرہ آ گیا۔ اور پھر واپس بھی بلایا گیا۔ اس طرح اپنے مرشد کی فرمانبرداری کے نتیجہ میں مَیں نے ثواب بھی حاصل کرلیا اور میرا خرچ کچھ بھی نہ ہوا۔ بلکہ سفر الاؤنس کی وجہ سے فائدہ ہی رہا۔

حضورؓ کی پُراثر نصائح

ہمارا وفد 20 جون 1923ء کو بعد نماز عصر روانہ ہوا۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ حسب دستور سابق بیرونِ قصبہ تک الوداع کہنے کے لئے تشریف لے گئے۔ قادیان کے قریباً تمام احمدی احباب ساتھ تھے۔ حضور نے ارکان وفد کے لئے تقریر فرمائی، اور دعا کی۔ اور سب (21ارکان) سے ہاتھ ملا کر رخصت کیا۔

اس موقعہ پر حضورؓ نے اپنی تقریر میں جو نصائح فرمائیں وہ مختصر مگر بڑی پُراثر تھیں مثلاً مومن بزدل نہیں ہوتا، خود فساد کھڑا نہ کرو، دوسروں کی کامل اطاعت کرو، لوگوں سے میل ملاقات کی عادت ڈالو، تبلیغی نظام کو نہ چھوڑو، جس جگہ متعین ہو اس کے ماحول کو بھی اپنا ہی علاقہ سمجھو، آریوں کے ایجنڈہ سے ہوشیار رہو، دعاؤں پر خاص زور دو، معترض کو عام فہم جواب دو، لوگوں سے ہمدردی کرو، اپنی کارگزاری کی یادداشت رکھو، پہلے مبلغین کا جنہوں نے سخت مشکل حالات میں کام کیا شکرگزار بنو۔

آگرہ میں خدمات اور حضورؓ کا اعتماد

آگرہ میں حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحبؓ ملکانہ کیمپ کے انچارج تھے۔ انہوں نے مجھے حضرت چوہدری نصراللہ خان صاحبؓ اور حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ کے ساتھ بھرت پور بھیجا تاکہ مہاراجہ کے وزیراعظم سے ملاقات کی جائے۔ ہندو وزیراعظم نے بڑی عہد شکنی کی اور بے اعتنائی بھی۔

آگرہ میں چوہدری فتح محمد سیال صاحبؓ کے پاس کچھ نہیں تھا۔ اور وہ روپیہ نہ ہونے کی وجہ سے بہت تنگ تھے۔ مجھے انہوں نے قادیان بھیجا کہ میں اُن کی طرف سے عرض کروں کہ روپیہ نہ ہونے کی وجہ سے بہت تکلیف ہے، حضور مزید رقم عنایت کریں۔ حضرت صاحب نے مجھے فرمایا کہ چوہدری صاحب پہلے روپے کا حساب دیں کہ کہاں کہاں خرچ ہوا پھر ہم مزید رقم دیں گے۔ میں نے عرض کیا کہ حضور وہ تو سخت تنگ آئے ہوئے ہیں۔ حضور ضرور کچھ رقم عنایت فرمائیں۔ حضرت نے فرمایا کہ ہم اس شرط پر ایک ہزار روپیہ دیتے ہیں کہ وہ پچھلا حساب دیں اور آپ جا کر اَور کوئی کام نہ کریں محض ان سے حساب لے کر پڑتال کریں اور ہمیں رپورٹ دیں۔ آج سے آپ ان کے ماتحت نہیں، براہ راست ہمارے ماتحت ہونگے اور ہمارے احکامات کی تعمیل کریں گے ورنہ یہ ایک ہزار روپیہ آپ سے لیا جائے گا۔ میں روپیہ لے کر آگرہ پہنچا اور چوہدری صاحب کو حضرت صاحب کا ارشاد سنایا اور حساب مانگا۔ انہوں نے مجھے کاغذاتِ حساب دیدئے۔ جو میں نے پڑتال کر کے حضرت کے حضور پیش کئے تو مشکل حل ہوئی۔ حسابات دیکھنے سے معلوم ہوا کہ حضرت چوہدری صاحب موصوف کی رقم بیچ میں خرچ ہو چکی ہے جو چوہدری صاحب کو یاد نہیں رہی تھی۔ اور وہ رقم میں نے ان کو واپس دلائی۔ ایک صد سے زیادہ تھی۔

احمدی رضاکار اور غیراحمدی تنخواہ یافتہ کا فرق

ایک احمدی دوست کسی گاؤں میں متعین تھے جہاں دیوبند کے علماء کی طرف سے کوئی چپڑاسی یا چوکیدار بھی تھا جو ہمارے مخالف مسلمانوں کو جوش دلا کر جھگڑا پیدا کرتا تھا۔ مجھے چوہدری فتح محمد صاحب سیال نے حکم دیا کہ میں دہلی جا کر مولانا کفایت اللہ صاحب سے (جو علماء دیوبند کے سرکردہ تھے) ملوں اور ان سے کہوں کہ وہ اپنے آدمی کو سمجھائیں کہ وہ ہمارے کام میں رکاوٹ نہ ڈالے۔ میں دہلی پہنچا اور وہاں ایک احمدی دوست عبدالرحمٰن صاحب فرنیچر ڈیلر کے ہمراہ مولانا صاحب سے ملاقات کی۔ وہاں مولانا احمد سعید صاحب بھی تھے۔ مولانا کفایت اللہ صاحب نے حالات سن کر اُن سے کہا کہ اپنے آدمی کو تنبیہ کریں کہ وہ جھگڑا نہ کرے۔ انہوں نے ہمیں ایک رقعہ دیدیا کہ ہمارے فلاں دفتر کے انچارج کو دیدیں۔ جب ہم دونوں وہاں سے چلنے لگے تو مولانا احمد سعید صاحب کہنے لگے کہ یہ شدھی کا قصہ ختم ہو جائے تو ہم احمدیوں کے خلاف ایک محاذ قائم کریں گے اور آپ لوگوں کی ایسی خبرلیں گے کہ آپ کو ہوش آجائے گا۔ میں نے جوش سے عرض کیا کہ مولانا ہم تو

چاہتے ہیں کہ آپ ہماری مخالفت میں سارا زور لگا لیں اور پھر آپ بھی دیکھیں اور ہم بھی دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ کس کی مدد کرتا ہے۔ مولانا کفایت اللہ صاحب بھی میری بات سن رہے تھے مگر انہوں نے کوئی بات نہ کی۔ واپسی کے راستہ میں مجھے عبدالرحمٰن صاحب نے کہا کہ سعید صاحب بڑے جوشیلے اور لڑاکے ہیں، خدا جانے یہ سب کچھ سن کر خاموش کیسے رہے۔ ہم نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ بات نے طول نہ پکڑا اور قصہ وہیں ختم ہو گیا۔

پھر ہم دفتر علمائے دیوبند پہنچے اور وہاں کے انچارج مولوی صاحب کو رقعہ دیا تو انہوں نے کہا کہ میں اس چوکیدار کو ہدایت کر دوں گا کہ وہ جھگڑا نہ کرے۔ اُن کے پاس بہت سے علماء جمع تھے۔ ہمیں کہنے لگے ایک بات تو آپ لوگ بتلا جائیں۔ ہم حیران ہیں کہ جس کسی مولوی کو گاؤں میں شدھی وغیرہ روکنے کے لئے بھیجتے ہیں اس کو معقول تنخواہ دیتے ہیں، سفر خرچ دیتے ہیں۔ کسی گاؤں میں رہنے کے دیگر ضروری اخراجات بھی دیتے ہیں، مگر وہ مولوی تھوڑے دنوں کے بعد ہمیں کہتا ہے کہ میں وہاں نہیں رہ سکتا۔ وہاں یہ آرام نہیں، فلاں سہولت نہیں، فلاں تکلیف ہے، یہ ہے، وہ ہے۔ غرض وہ وہاں نہیں رہتا اور ناراض ہو کر چلا آتا ہے۔ آپ لوگوں کے پاس وہ کونسا جادو ہے جس کے اثر سے آپ کے آدمی اپنی تنخواہ اور اپنا کرایہ خرچ کر کے اپنے خرچ پر گاؤں گاؤں پھرتے ہیں۔ بھوکے پیاسے رہتے ہیں، ماریں کھاتے ہیں، دکھ اٹھاتے ہیں، پھر بھی خوش ہیں؟ ہم تو آپ لوگوں کے متعلق سوچ کر حیران رہ جاتے ہیں۔ ہم نے کہا آپ دانا ہیں، خود ہی سوچ لیں۔ وہ بڑے عالم تھے، مسکرا پڑے اور ہم چلے آئے۔

اسی ذکر میں کہ احباب نے علاقہ ملکانہ کے جہاد میں کیسی کیسی جانثاری دکھلائی اور کسی مشکلات کی زندگی کاٹی۔ میں حکیم فضل حق صاحب بٹالویؓ مرحوم کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ وہ اَئور میں متعین تھے جو اُس پہاڑی کے دامن میں ہے جہاں حضرت کرشن جی مہاراج عبادت کیا کرتے تھے۔ انہوں نے مجھے بتلایا کہ وہاں بے شمار سانپ ہیں۔ ہم نماز عشاء پڑھ کر جب چارپائیوں پر جا کر سو جاتے ہیں تو صبح تک نیچے نہیں اترتے کہ مبادا نیچے سانپ ہو اور وہ ہمیں کاٹ کھائے۔

دوسری بابرکت شادی

حضرت شیخ صاحبؓ بیان فرماتے ہیں کہ 1919ء میں مجھے معلوم ہو کہ ہمارے لئے کوئی متبنیٰ تجویز ہو رہا ہے۔ میں نے اہلیہ اوّل سے کہا کہ میں اس خلافِ شریعت امر پر عمل پیرا ہونے کی بجائے لاولد مرنا بہتر سمجھتا ہوں۔ لیکن اگر بات مان لو تو میں نکاح ثانی کر لوں۔ ممکن ہے اس طرح ہمیں اللہ تعالیٰ اولاد عطا کر دے۔ لیکن وہ ناراض ہو گئیں۔

ایک خدائی خبر

1918ء یا 1919ء میں مَیں نے ایک خط کے ذریعہ حضرت مولانا غلام رسول صاحبؓ راجیکی کو دعا کی تحریک کی تا صاحب اولاد ہو جاؤں۔ آپؓ نے جواب میں تحریر کیا کہ میں نے دعا کی تو معلوم ہوا کہ موجودہ بیوی سے اولاد نہ ہو گی۔ اس بارہ میں حضرت مولوی غلام رسول راجیکی صاحبؓ خود بیان فرماتے ہیں:

"مکرم شیخ فضل احمد صاحب بٹالوی جو ریٹائر ہونے کے بعد قادیان میں سلسلہ کے دفاتر میں بھی ایک عرصہ تک کام کرتے رہے ہیں۔ ان کی پہلی شادی بٹالہ میں اُن کے رشتہ داروں میں ہوئی تھی۔ ان کے ہاں جب اس بیوی سے ایک عرصہ تک کوئی اولاد نہ ہوئی تو انہوں نے مجھ کو دعا کی تحریک کی۔ جب میں دعا کرتا ہوا رات کو سویا تو مَیں نے رؤیا میں دیکھا کہ شیخ صاحب کے مکان پر حضرت نبی کریم ﷺ کی خچر بغلة الشهباء بندھی ہوئی ہے۔ اس خواب کی مجھے یہ تفہیم ہوئی کہ شیخ صاحب موصوف کی اہلیہ محترمہ گو بوجہ فطری سعادت کے آنحضرت ﷺ سے مخلصانہ تعلق رکھتی ہیں لیکن خچر کی عمومی سرشت کے مطابق ناقابل اولاد ہیں۔ چنانچہ میں نے اس رؤیا سے مکرمی شیخ صاحب کو اطلاع دیدی اور اس کی تعبیر سے بھی آگاہ کر دیا۔ اس کے بعد سالہا سال گزرنے کے باوجود اُن کی اہلیہ محترمہ کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوئی۔...... شیخ صاحب موصوف نے حکیم سراج الحق صاحب احمدی آف ریاست پٹیالہ کی دختر سے شادی کی جس سے خدا تعالیٰ کے فضل سے کئی بچے تولد ہوئے جو اپنے والدین کے لئے قرۃ العین ہیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔"

(حیات قدسی جلد چہارم صفحہ 10)

حضورؓ کی خدمت میں درخواست دعا

حضرت شیخ صاحبؓ بیان فرماتے ہیں کہ اُن ایام میں مَیں نے جو خطوط حضرت صاحب کی خدمت میں لکھے تھے، ان میں سے ایک کا جواب درج ذیل تھا:

"مکرمی! السلام علیکم۔ آپ کی طرف سے سو روپیہ پہنچ گیا تھا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ آپ کی اہلیہ کی طرف سے بھی دس روپے پہنچ گئے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ چونکہ اس وقت روپیہ کی خاص ضرورت تھی اور خدا تعالیٰ سے دعا کرنے پر وہ روپیہ آیا تھا اس لئے خاص طور پر دعا کی گئی۔

آپ کے نکاح ثانی کے متعلق دعا کروں گا۔ استخارہ کر لیں۔ کوئی اطلاع آنے پر اگر ممکن ہوا تو جگہ بھی بتلا سکوں گا۔ خاکسار مرزا محمود احمد 4-11-1920"

اس گرامی نامہ کے آنے پر میں نے استخارہ شروع کر دیا اور قریباً ڈیڑھ پونے دو سال تک کرتا رہا اور حضور کی خدمت میں گاہے گاہے عریضے بھی روانہ کرتا رہا۔ جولائی 1922ء میں حضورؓ نے سری نگر سے تحریر فرمایا کہ دو خیمے بھجواؤ۔ میں نے تعمیل ارشاد کی۔ وقت گزرتا گیا، اور میرا دل نکاح ثانی کی طرف زیادہ مائل ہوتا چلا گیا۔ یہ معاملہ اکتوبر 1922ء تک پہنچ گیا اور میں انتظار کرتے کرتے تھک کر قادیان آ گیا۔

خدمت اقدس میں حاضری اور رشتہ کی تجویز

ان ایام میں حضور مسجد مبارک کے نیچے گول کمرہ میں دفتری کام سرانجام دیتے تھے۔ جناب مولوی عبدالرحیم صاحب دردؓ پرائیویٹ سیکرٹری سے میں نے عرض کیا کہ آپ حضرت کے حضور عرض کریں کہ مجھے باریابی کا موقع بخشیں۔ انہوں نے کہا کہ حضور سخت مصروف ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہم نے راولپنڈی کے پتہ پر خط لکھ دیا ہے، وہاں جا کر پڑھ لیں۔ میں نے عرض کیا آپ مجھے خط کے مضمون سے مطلع فرمائیں اور زیادہ نہیں تو چند منٹ حاضر

بقیہ صفحہ 22 پر ملاحظہ فرمائیں

انصار سالانہ چیریٹی واک 2010ء

(رپورٹ مرتبہ محمد اسحاق ناصر)

محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجلس انصار اللہ برطانیہ کو گزشتہ پچیس سال سے سالانہ چیریٹی واک منعقد کرنے اور اس ذریعہ سے لاکھوں پاؤنڈز کی رقم جمع کر کے بیسیوں خیراتی اداروں میں تقسیم کرنے کی توفیق ملی ہے۔ الحمد للہ۔

امسال یہ سالانہ واک مورخہ 13 جون کو نہایت کامیابی کے ساتھ برمنگھم میں منعقد ہوئی جس میں دو ہزار سے زائد افراد شامل ہوئے۔

نئے سال کے آغاز پر ہی حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی منظوری سے 13 جون کو برمنگھم میں یہ واک منعقد کرنے کا فیصلہ کیا گیا چنانچہ صدر صاحب مجلس انصار اللہ نے نائب صدر صف دوم مکرم منصور احمد کاہلوں صاحب کی صدارت میں اس کے لئے انتظامیہ کمیٹی مقرر کی جس نے فوری طور پر کام شروع کر دیا۔ چونکہ یہ واک برمنگھم میں ہونی تھی اس لئے مرکزی انتظامیہ کے ساتھ کام کرنے کے لئے ایک مقامی کمیٹی مکرم سید امتیاز احمد صاحب ریجنل ناظم مڈلینڈز کی نگرانی میں بھی قائم کی گئی۔

مقامی مجالس اور ریجنز میں انصار کی تجنید کی مناسبت سے رقم جمع کرنے کے لئے ٹارگٹ تقسیم کئے گئے۔ اور پھر وصولی کے لئے بھرپور کوشش کی گئی۔ اس سال خصوصی طور پر ہومینیٹی فرسٹ کے آنکھوں کے آپریشن کے پراجیکٹ کے لئے بطور خاص عطیات جمع کئے گئے۔ چنانچہ اس مد میں کم و بیش گیارہ سو آپریشنز کے لئے عطیات کی رقم جمع ہوئی۔ عام طور پر احباب اپنے ذاتی تعلقات اور اپنے گردو نواح یا اپنے کام پر دوستوں سے عطیات اور اسپانسر حاصل کرتے ہیں۔ اس سال انڈر گراؤنڈ سٹیشنز اور بعض بڑے سٹورز پر اجازت حاصل کر کے انصار نے عطیات کی رقم جمع کی اور اس وصولی کے لئے مختلف ریجنز سے کل 60 انصار نے کئی کئی گھنٹے وقت دیا اور اس کار خیر میں حصہ لیا اور وصولی کی۔ اس سال پہلی مرتبہ باقاعدہ منظم طور پر اس طرح پر فنڈ جمع کیا گیا۔

واک کے جملہ انتظامات کا جائزہ لینے کے لئے مجلس عاملہ کے ماہانہ اجلاسات کے علاوہ ہر ہفتے اجلاس منعقد ہوتے رہے جن میں مجلس کے دیگر امور کے علاوہ چیریٹی واک کے انتظامات کا جائزہ بھی لیا جاتا رہا جس میں ٹرانسپورٹ، فنڈز کی وصولی اور واک میں احباب کی حاضری، طعام و قیام کے انتظامات شامل تھے۔

برطانیہ کی تمام مجالس سے انصار نے کثیر تعداد میں واک میں شرکت کی۔ اس مقصد کے لئے مختلف ریجنز سے بسوں کا انتظام کیا گیا تھا۔ چنانچہ لندن ریجن سے چار، بیت الفتوح ریجن سے پانچ، بیت النور ریجن سے چار، ساؤتھ ریجن سے دو، مڈل سیکس اور نارتھ ایسٹ ریجنز سے ایک ایک بس علی الصبح روانہ ہو کر برمنگھم پہنچیں۔ اس کے علاوہ ہر ریجن سے منی بسوں اور کاروں پر احباب نے واک میں شمولیت کی۔ مجموعی طور 1600 سے زائد شرکاء بیرونی علاقوں سے آئے اور باقی حاضری مڈلینڈ ریجن کی تھی۔ ہر کوچ کے لئے ریجنل ناظمین و زعماء اعلیٰ کی طرف سے ایک امیر قافلہ مقرر تھا جنہوں نے ایک رات پہلے مرکزی طور پر تیار شدہ سینڈوچز، پھل اور پانی وغیرہ اپنی اپنی بسوں کے لئے زادِ راہ طور پر حاصل کیا جو کہ صبح تمام احباب کو بسوں میں تقسیم کیا گیا۔ لمبا سفر کرنے والوں نے چونکہ صبح جلد روانہ ہو کر بروقت پہنچنا تھا تا کہ واک وقت پر شروع ہو سکے، چنانچہ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے رجسٹریشن کا انتظام بسوں کے اندر ہی رکھا گیا تھا۔ اسی طرح بسوں میں ہی چیریٹی کے لئے جمع شدہ رقوم وصول کر کے یکمشت طور پر جمع کروا دی گئیں۔ اس انتظام کی وجہ سے جب بسیں پہنچیں تو تمام احباب براہ راست واک میں شامل ہوئے اور سب کو رجسٹریشن اور رقوم کی ادائیگی کے لئے انتظار نہیں کرنا پڑا۔

صبح گیارہ بجے لارڈ میئر برمنگھم اور مکرم و محترم امیر صاحب کی مختصر تقاریر اور پھر دعا کے ساتھ واک کا آغاز مسجد دارالبرکات برمنگھم سے ہوا۔ واک کا روٹ شہر کے مختلف علاقوں سے ہوتا ہوا واپس مسجد دارالبرکات میں اختتام پذیر ہوا۔ واک کے تمام راستہ پر جگہ جگہ پانی اور فروٹ وغیرہ مہیا کیا گیا تھا نیز واک میں شامل ہونے والے احباب کی مدد اور راہنمائی کے لئے بیسیوں رضا کار (Marshals) موجود تھے۔ طبی امداد اور ٹرانسپورٹ کے شعبہ جات بھی خدمت کے لئے مستعد تھے۔ اس کے علاوہ ملک کے بعض معروف خیراتی اداروں (Charities) نے بھی پانی وغیرہ کے سٹال لگا کر ہمارے اس پروگرام سے یکجہتی کا اظہار کیا۔

واک کے انتظامات کے سلسلے میں مقامی پولیس اور دیگر سرکاری اداروں نے بھرپور تعاون کیا اور جماعت کے حسن انتظام کو سراہا۔ واک کے اختتام پر شرکاء کی خدمت میں پر تکلف کھانا پیش کیا گیا اور اس کے بعد اختتامی تقریب منعقد ہوئی۔

اختتامی تقریب میں کم و بیش 20 چیریٹی کے نمائندگان میں اس روز تک جمع ہونے والے عطیات کی رقم مبلغ £95000 کے چیک تقسیم کئے گئے۔ اب محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس سال کے مقرر کردہ ٹارگٹ £160000 کو حاصل کیا جا چکا ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ اس تقریب میں، واک کے شرکاء اور اس کار خیر کے لئے رقم جمع کرنے والے افراد، مجالس اور ریجنز میں بھی انعامات تقسیم کئے گئے۔ ان میں سب سے زیادہ فنڈ جمع کرنے والوں کے علاوہ ایک ہزار یا زیادہ پاؤنڈز جمع کرنے والے احباب نیز 100 پاؤنڈز یا زائد جمع کرنے والے بچے بھی شامل ہیں۔ اختتامی تقریب میں برمنگھم کے لارڈ میئر اور علاقے کے دو ممبرانِ پارلیمنٹ نے شرکت کی اور جماعت کی خدمت انسانیت کی کوششوں کی تعریف کی۔ علاوہ ازیں LemingtonSpa اور Sand Well کے ڈپٹی میئرز بھی تشریف لائے۔ ان حضرات کے خیراتی اداروں کے لئے بھی چیک دئے گئے۔

اس واک کے ذریعہ جہاں دکھی انسانیت کی خدمت کے لئے رقم جمع کی گئی وہاں اس کے ذریعہ جماعت احمدیہ کے تعارف کے مواقع بھی میسر آئے۔ واک سے پہلے اور پھر واک کے بعد بھی اس سلسلے میں اخبارات میں خبریں اور آرٹیکل شائع ہوئے۔ جس میں مجلس انصار اللہ کی اس کاوش کو سراہا گیا۔

سالانہ ریجنل اجتماعات

اسلام آباد ریجن

امسال اسلام آباد ریجن کا سالانہ اجتماع 18 / اپریل 2010ء کو اسلام آباد میں منعقد ہوا۔ صبح سوا دس بجے اجتماع کی کارروائی کا آغاز خاکسار کی صدارت میں ہوا۔ تلاوت، عہد اور نظم کے بعد مکرم نصیر احمد قمر صاحب ایڈیشنل وکیل الاشاعت لندن نے حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ کی ہدایات کی روشنی میں انصار کو اُن کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔ اس کے بعد تلاوت، نظم اور تقریر کے علمی مقابلہ جات ہوئے۔ پھر ریجنل مبلغ مکرم محترم مبارک احمد بسراء صاحب نے اطاعت کی اہمیت و برکات کے عنوان پر خطاب فرمایا۔ اس کے بعد نماز اور کھانے کیلئے وقفہ ہوا اور پھر مکرم قائد صاحب تبلیغ کے ساتھ ایک گھنٹے کی تبلیغ کلاس منعقد ہوئی۔ جس میں انہوں نے داعیان خصوصی بننے کی طرف توجہ دلائی اور کامیاب تبلیغ کے گر بتائے۔

مکرم و محترم صدر صاحب انصار اللہ یو کے کی تشریف آوری پر ورزشی مقابلہ جات منعقد ہوئے۔ بعد ازاں اجتماع کا اختتامی اجلاس محترم صدر صاحب کی صدارت میں ہوا۔ تلاوت عہد اور نظم کے بعد مکرم صدر صاحب نے علمی اور ورزشی مقابلوں میں اعزاز پانے والے انصار میں انعامات تقسیم فرمائے اور آخر میں انصار سے خطاب فرمایا جس میں وقت کی قربانی کی طرف خصوصیت سے توجہ دلائی۔ آخر میں مکرم و محترم مولانا محمد عثمان چینی صاحب نے اجتماعی دعا کرائی اور یہ اجتماع قریباً ساڑھے چھ بجے اپنے اختتام کو پہنچا۔

اسلام آباد ریجن کے کُل 110 انصار میں سے 67 انصار اجتماع میں شامل ہوئے۔ (رپورٹ: ملک امتیاز احمد ریجنل قائد)

ساؤتھ ویسٹ ریجن

مورخہ 19 جون 2010ء بروز ہفتہ مجلس انصار اللہ ساؤتھ ویسٹ ریجن نے اپنا سالانہ نواں ریجنل اجتماع کارڈف کے ایک مقامی ہال میں منعقد کیا جس میں ریجن کی چاروں مجالس کے 36 انصار میں سے 25 انصار نے شرکت کی۔

ریجنل مشنری محترم مبارک احمد بسرا صاحب کی زیر صدارت اجتماع کے افتتاحی اجلاس کی کارروائی کا آغاز تلاوت قرآن کریم اور اس کے ترجمہ سے ہوا۔ عہد اور نظم کے بعد صدر اجلاس نے اجتماعات کے انعقاد کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ان اجتماعات میں شمولیت سے نہ صرف تربیتی مسائل سے آگاہی حاصل ہوتی ہے بلکہ ہمیں اپنی تربیت میں کمی کو دُور کرنے کے مواقع بھی حاصل ہوتے ہیں۔ انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشادات کی روشنی میں انصار کو ان کی ذمہ داریوں سے آگاہ کرتے ہوئے بعض اخلاقی اور تربیتی امور کی طرف بھی خاص توجہ دلائی۔

اجتماع کے دوسرے سیشن میں علمی مقابلہ جات منعقد کئے گئے جن میں تلاوت، نظم اور تقریر شامل تھے۔ انصار بھائیوں کی دینی معلومات کو نکھارنے کے لئے ایک تعلیمی پرچہ بھی حل کروایا گیا۔ نماز ظہر و عصر کے بعد تلقین عمل پروگرام میں ریجنل امیر محترم خورشید احمد جاوید صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ارشادات کی روشنی میں جھوٹ کی برائی سے دُور رہنے کی تاکید فرمائی۔ انہوں نے بتایا کہ اگر اس ایک برائی سے پرہیز کیا جائے تو دیگر بہت سی برائیوں سے خود بخود نجات مل سکتی ہے۔ اس کے بعد کھانے کا وقفہ ہوا۔ صدر مجلس انصار اللہ برطانیہ محترم چوہدری وسیم احمد صاحب، نائب صدر صف دوم مکرم منصور احمد کاہلوں صاحب، قائد عمومی مکرم ظہیر احمد جتوئی صاحب خاص طور پر ہماری حوصلہ افزائی کے لئے لندن سے اس اجتماع میں شرکت کے لئے تشریف لائے اور کھانے میں بھی انصار کے ساتھ شرکت فرمائی۔

بعد ازاں محترم صدر صاحب مجلس انصار اللہ برطانیہ نے انصار سے اپنے خطاب میں فرمایا کہ صحابہؓ کے دور میں دین کی خاطر جانوں کی قربانیاں پیش کی گئیں جبکہ موجودہ دور ہم سے اپنے عہد کے مطابق قربانی کا تقاضا کرتا ہے۔ یہ قربانی مال، وقت اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی ہے۔ آج ہم یہ قربانیاں پیش کر کے اپنی آئندہ نسلوں کی حفاظت کرنے والے بن سکتے ہیں۔ انہوں نے حضور انور کے ارشادات کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ اپنی اپنی مجالس میں خدام و اطفال کے لئے بھی نمازوں کے قیام میں شمولیت انصار کی ذمہ داری ہے۔ اس لئے ہر ناصر یہ کوشش کرے کہ وہ نہ صرف اپنے بچوں کے ساتھ باقاعدگی کے ساتھ نماز باجماعت میں شامل ہو بلکہ دیگر خدام و اطفال کو بھی توجہ دلوائے۔

نائب صدر مجلس انصار اللہ برطانیہ محترم منصور احمد کاہلوں صاحب نے اپنے خطاب میں توجہ دلائی کہ خلافت کی اطاعت میں ہی برکت ہے اور اسی میں ہماری نسلوں کی بھی بقا ہے۔ انہوں نے حضور انور کی طرف سے نظام وصیت میں شمولیت کی خواہش کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جو انصار اب تک اس بابرکت نظام میں شامل نہیں ہوئے وہ جلد اپنی سستیوں کو دور کریں اور مزید وقت ضائع کئے بغیر اس نظام میں شامل ہو کر خدا تعالیٰ کی رضا حاصل والے بنیں۔ قائد عمومی مکرم ظہیر جتوئی صاحب نے ریجن کی مجالس کی ماہانہ رپورٹ کا جائزہ پیش کیا اور توجہ دلائی کہ ماہانہ رپورٹ فارم پُر کرتے ہوئے اس کے تمام کالم بھرنے ضروری ہیں جبکہ اعداد و شمار لکھتے ہوئے بھی صفائی اور ستھرائی کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے تاکہ کمپیوٹر میں متعلقہ ڈیٹا آسانی سے محفوظ کیا جا سکے۔ انہوں نے ماہانہ رپورٹ بروقت مرکز ارسال کرنے کی طرف بھی توجہ دلائی۔

اجتماع کے اختتامی اجلاس کی کارروائی کا آغاز ریجنل امیر محترم خورشید احمد جاوید صاحب کی زیر صدارت ہوا۔ تلاوت اور نظم کے بعد مقابلہ جات میں نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والے انصار میں اسناد اور انعامات تقسیم کئے گئے۔ خاکسار نے اجتماع کی رپورٹ پیش کی۔ ریجنل ناظم صاحب نے اختتامی خطاب میں اجتماع میں شمولیت پر تمام انصار کا شکریہ ادا کیا۔ آخر میں ریجنل مشنری صاحب نے دعا سے اس کامیاب اجتماع کا اختتام کروایا۔ (رپورٹ: منور احمد مغل ناظم اعلیٰ اجتماع)

لندن ریجن

16 مئی 2010ء کو لندن ریجن کے انصار کے اجتماع کا آغاز گیارہ بجے مکرمی چوہدری وسیم احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ یو کے کی زیر صدارت ہوا۔ اپنے خطاب میں انہوں نے انصار کو حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی ہدایات کی روشنی میں نصائح فرمائیں اور قرونِ اولیٰ کے صحابہؓ کی قربانیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اُن صحابہ نے جن حالات میں قربانیاں دیں تھیں اس کے مقابلہ میں آجکل کی قربانیاں ایسے مشکل حالات کا تقاضا نہیں کرتیں۔ لہٰذا ہر ناصر کو

اپنی ذمہ داریوں کو سمجھتے ہوئے کما حقہ اپنے فرائض سے عہدہ برآ ہونا چاہئے۔ اس ضمن میں انصار کو تبلیغی امور کی طرف خصوصیت سے توجہ دلائی اور چیریٹی واک میں شمولیت کی تاکید کی۔ آپ نے اجتماع کی حاضری اور انتظامات کو سراہا۔ دیگر مہمانوں میں مکرم رفیق جاوید صاحب نائب صدر اور مکرم مسعود بشیر صاحب معاون صدر بھی شامل تھے۔ افتتاحی اجلاس اجتماعی دعا پر اختتام پذیر ہوا۔

اجتماع کے دوران ہونے والے مختلف ورزشی مقابلہ جات میں سو میٹر دوڑ، چار سو میٹر دوڑ، کلائی پکڑنا، بازو گرانا، فٹ بال اور رسہ کشی کے مقابلے اور علمی مقابلہ جات میں حسنِ قراءت، حفظِ قرآن، نظم، تقریر اور فی البدیہہ تقریر کے مقابلہ جات ہوئے۔ بڑی سکرین پر پروجیکٹر کے ذریعہ وصیت کے متعلق مرکز ربوہ کی تیار کردہ دستاویزی فلم بھی دکھائی گئی۔

اختتامی اجلاس شام ساڑھے پانچ بجے مکرم چوہدری رفیق جاوید صاحب نائب صدر انصار اللہ کی صدارت میں شروع ہوا۔ مکرم شیخ طارق محمود صاحب قائد تربیت نے نماز باجماعت کی اہمیت پر تقریر کی۔ خاکسار نے انصار کی توجہ بعض تربیتی امور کی طرف دلائی۔ خاص طور پر گھروں میں اسلامی ماحول پیدا کرنے کی ضرورت پر زور دیا اور اجتماع کی مختصر رپورٹ پیش کی۔ تقسیم انعامات کے بعد اس اجتماع کا اختتام اجتماعی دعا کے ساتھ ہوا جو مکرم مرزا نصیر احمد صاحب نے کروائی۔ اس اجتماع میں شامل ہونے والوں کی کل تعداد 288 تھی۔ (رپورٹ:......)

ریجن بیت النور

مجلس انصار اللہ ریجن بیت النور کا تیسرا سالانہ اجتماع 20 جون 2010ء کو ساؤتھ کمیونٹی کالج ساؤتھ فیلڈ میں منعقد ہوا۔ صبح آٹھ بجے رجسٹریشن شروع ہوئی۔

افتتاحی اجلاس محترم چوہدری رفیق جاوید صاحب نائب صدر مجلس انصار اللہ یوکے کی زیرِ صدارت شروع ہوا۔ تلاوت، عہد انصار اللہ اور نظم کے بعد افتتاحی کلمات صدر صاحب مجلس نے کہے اور اس کے بعد مکرم مولانا نسیم احمد باجوہ صاحب نے وصیت کرنے کے متعلق تقریر کی۔ پھر علمی مقابلہ جات (تلاوت، نظم اور تقریر کے) کروائے گئے جن میں 28 انصار نے حصہ لیا۔ بعد ازاں مکرم صدر صاحب مجلس انصار اللہ نے تشریف لا کر انصار بھائیوں کو ان کی ذمہ داریوں سے آگاہ کیا اور وصیت کرنے اور حضور کی طرف سے وصیت کا ٹارگٹ پورا کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ اس کے بعد کھانا کھایا گیا اور نماز ظہر وعصر ادا کی گئی۔

ورزشی مقابلہ جات میں فٹ بال، دوڑ ایک سو میٹر (صف اول)، دوڑ دو سو میٹر (صف دوم) اور گولہ پھینکنا کے مقابلہ جات شامل ہیں۔ ان میں مجموعی طور پر 39 انصار نے حصہ لیا۔ اختتامی اجلاس کی کارروائی میں تلاوت اور نظم کے بعد مکرم صدر صاحب مجلس نے عہد دہرایا۔ پہلی تقریر مکرم شیخ طارق محمود صاحب قائد تربیت نے کی جس میں تربیتی امور کی طرف توجہ دلائی گئی۔ بعد ازاں مکرم صاحبزادہ امتیاز احمد صاحب زعیم اعلیٰ ریجن نے رپورٹ اجتماع پیش کی اور حاضرین اور مرکزی مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔ پھر انعامات تقسیم کئے گئے۔ آخر پر مکرم چوہدری رفیق جاوید صاحب نے خطاب فرمایا اور دعا کرائی۔

اس اجتماع میں آٹھ مجالس سے 181 انصار اور 21 مہمان شامل ہوئے۔ اس طرح کل حاضری اجتماع 202 رہی۔ (رپورٹ:......)

بقیہ از صفحہ 19: **حضرت شیخ فضل احمد بٹالوی ؓ**

ہونے کی اجازت بخشیں۔ چنانچہ اجازت مل گئی۔

میں حاضر ہوا تو حضورؓ نے ہنس کر فرمایا کہ میں نے آپ کی خواب کی وجہ سے پہلی تجویز کو چھوڑ دیا ہے۔ (یہ تجویز ایک خاتون سے متعلق تھی، جو کسی اور شخص سے شادی ہو کر چھ ماہ کے اندر فوت ہو گئی)۔ نیز فرمایا کہ ابھی کوئی اور جگہ میرے علم میں نہیں۔ پھر محترم درد صاحبؓ سے فرمایا کہ مولوی سراج الحق صاحب پٹیالوی نے اپنی لڑکی محمدی بیگم کے متعلق لکھا تھا، کیا اس کا رشتہ کہیں ہو گیا ہے؟۔

پھر مجھے فرمایا کہ: آپ کو یہ رشتہ منظور ہے؟۔ میں نے عرض کیا کہ میں محض حضور کی پسندیدگی پر ہی یہ معاملہ رکھوں گا کیونکہ میں نے پہلی شادی اپنی خواہش سے کی تھی۔ مگر اس کا نتیجہ جو کچھ نکلا وہ ظاہر ہے۔

حضورؓ نے پھر فرمایا کیا آپ کو یہ رشتہ پسند ہے؟۔ پھر بھی میں نے منظوری کا معاملہ حضرت پر ہی رکھا تو حضورؓ نے فرمایا کہ جب میرے پہلے نکاح کا وقت آیا تھا تو حضرت مسیح موعودؑ نے مجھے بلا کر پوچھا کہ محمود! کیا تمہیں فلاں جگہ رشتہ (یعنی حضرت سیدہ امّ ناصر صاحبہؓ کا) پسند ہے۔ میں نے خاموشی اختیار کی۔ حضورؑ نے دوبارہ فرمایا تو پھر بھی میں نے شرم سے خاموشی اختیار کی۔ تیسری بار حضورؑ نے فرمایا: محمود تمہارا نکاح ہونا ہے، بولو تمہیں وہ جگہ پسند ہے؟۔ مَیں بھی اسی طرح آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا آپ کو یہ رشتہ پسند ہے کیونکہ آپ کا نکاح ہونا ہے۔ اس پر میں نے عرض کیا کہ پسند تو حضور ہی کی ہوگی البتہ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

غرض یہ رشتہ تجویز ہو کر غالباً 22 ر اکتوبر 1922ء کو بعد نماز عصر مسجد اقصیٰ میں درسِ قرآن سے پہلے حضورؓ نے نکاح کا اعلان فرمایا اور دعا کروائی۔ اسی شادی کے موقع پر حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ مع مبلغین وطلباء (مدرسہ احمدیہ) پٹیالہ تشریف لے گئے۔ (اس کا ذکر اُس وقت کے اخبار الفضل میں بھی موجود ہے)

اس اہلیہ ثانی کے بطن سے اللہ تعالیٰ نے 20 دسمبر 1923ء کو پہلی اولاد عزیزہ صادقہ سلمہا عطا کی۔ یہ درحقیقت حضرت امیر المؤمنینؓ کی دعا کا نتیجہ تھا۔

1925ء میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل واحسان سے عزیزم محمد احمد سلمہ، پہلے بیٹے، کی ولادت کی خوشی دکھائی۔ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحبؓ نیرّ جب حج پر تشریف لے گئے تو جدہ کے قریب کشف میں انہوں نے دیکھا کہ میری گود میں ایک لڑکا ہے اور ایک ہاتھ میں روپوں کی تھیلی ہے۔ عزیز کی ولادت سے یہ کشف بحمد للہ پورا ہو گیا۔

اہلیہ اوّل کی وفات

حضرت شیخ فضل احمد صاحبؓ کی اہلیہ اوّل محترمہ سردار بیگم صاحبہ کی وفات 4 ستمبر 1939ء کو 47 سال کی عمر میں وفات پا گئیں اور بہشتی مقبرہ قادیان میں مدفون ہیں۔ اُن سے حضرت شیخ صاحبؓ کا حسن سلوک آخر تک قائم رہا اور مرحومہ نے بھی ہمیشہ آپؓ کی دوسری اہلیہ کے بچوں سے مادرانہ شفقت اور محبت کا سلوک روا رکھا۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔

(باقی آئندہ شمارہ میں جاری ہے)

انصار ڈائجسٹ

فرخ سلطان محمود

اس کالم میں قارئین کی طرف سے موصول شدہ دلچسپ اور مفید تحریریں شامل اشاعت کی جاتی ہیں۔ قارئین خود لکھ کر یا اپنے زیر مطالعہ کسی کتاب یا رسالہ سے اخذ کر کے ہمیں کچھ بھی بھجوا سکتے ہیں۔ تحریر مختصر اور باحوالہ ہونی چاہئے۔ ہمارا پتہ ہے:
Ansar Digest, 22 Deer Park Road, London SW19 3TL

حضرت ادریس علیہ السلام

حضرت ادریس علیہ السلام کا نام بائبل میں حنوک آیا ہے جس کے عبرانی زبان میں معانی سکھانا کے ہیں۔ ادریس کا مطلب بھی پڑھنے یا پڑھانے والے کے ہیں۔ آپؑ حضرت آدم علیہ السلام سے ساتویں پشت سے تھے اور حضرت نوح علیہ السلام کے پردادا (بعض روایات میں دادا) تھے۔ معراج کی رات آنحضور ﷺ نے حضرت ادریس علیہ السلام کو چوتھے آسمان پر دیکھا۔

حضرت ادریس علیہ السلام کا ذریعہ معاش کپڑے سینا تھا اور بعثت کا مقصد حضرت شیثؑ کے ماننے والوں کی اصلاح تھی جنہوں نے حضرت شیثؑ کا بت بنا کر اُسے پوجنا شروع کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں تبلیغ کے میدان میں آپؑ کی ثابت قدمی کا ذکر فرماتا ہے۔

حضرت چوہدری باغ دین صاحبؓ

آپ کا آبائی وطن کتھووالی ضلع سیالکوٹ تھا۔ اپنی نیک فطرت کی وجہ سے بچپن سے ہی بدرسوم کے خلاف تھے اور ان کے انسداد اور تدارک کی کوشش کیا کرتے تھے۔ حضرت خلیفہ سراج الدین صاحبؓ آف کلاسوالہ ضلع سیالکوٹ فرماتے ہیں کہ ہم چند دوست مولوی ابومحمد عبداللہ صاحب آف کھیوہ کی مجلس میں بیٹھا کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ کا ذکر اکثر ہوتا تھا۔ اُن دنوں لیکھرام والی پیشگوئی کا عام چرچا تھا اور مولوی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ اگر یہ پیشگوئی پوری ہوگئی تو میں ایمان لے آؤں گا۔ 1895ء میں مجھے کسی ذاتی کام سے امرتسر جانا پڑا۔ وہاں خیال آیا کہ قادیان بھی دیکھ چلیں۔ چنانچہ میں قادیان گیا اور دل کی تسلی ہونے پر میں نے حضورؑ کی بیعت کر لی اور کھیوہ واپس آکر مولوی صاحب کی مجلس میں اپنی باتیں سنائیں۔ چند دن خوب بحث ہوئی اور اس کے بعد محترم مولوی صاحب اور دیگر تمام احباب بیعت کے لئے رضامند ہوگئے اور حضورؑ کو خط لکھ دیا۔ اس طرح محترم چوہدری باغ دین صاحبؓ نے 1895ء میں خط کے ذریعے بیعت کر لی۔ بعد ازاں 1898ء میں قادیان جا کر دستی بیعت کا شرف حاصل کیا۔ آپؓ کی مساعی سے رشتہ داروں کی کثیر تعداد بھی احمدیت میں داخل ہوگئی۔ آپ اپنے گاؤں میں نمبردار تھے۔ اپنے فرائض کو خوش اسلوبی سے ادا کیا کرتے تھے۔ اپنی جماعت کے بھی صدر تھے اور خدمت سلسلہ کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ مرکز سے آنے والے مہمانوں کی ہر ممکن خدمت کرتے۔ کچھ عرصہ تک سیکرٹری مال بھی رہے۔ پُرجوش داعی الی اللہ تھے۔ کسی مجلس میں بھی دعوت الی اللہ کا موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے خاندان اور خلفاء سے بہت محبت تھی۔ دفتر اول تحریک جدید کے مجاہدوں میں شامل تھے۔

محترم شیخ نور احمد صاحب ایڈووکیٹ لاہور کا بیان ہے کہ حضرت چوہدری صاحبؓ کو میں نے بچپن سے دیکھا اور مطالعہ کیا۔ وہ ایسی قابلیتیں اور خصائل رکھتے تھے کہ ان کو بلامبالغہ ایک مثالی انسان کہا جا سکتا ہے۔ حیرت ہے کہ ایک گاؤں میں پیدا ہونے والا اور صرف پرائمری تک تعلیم رکھنے والا زمیندار کس قدر معاملہ فہم مدبر اور متانت کا اعلیٰ نمونہ تھا۔ طبیعت میں انتہائی انکسار اور عجز تھا۔ نہایت رقیق القلب تھے اور حضرت مسیح موعود کے عظیم الشان روحانی فیض سے صحیح معنوں میں تربیت یافتہ ہونے کا زندگی بھر عملی نمونہ پیش کرنے والے افراد میں شمار کئے جانے کے قابل تھے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس پر کامل یقین کا بہترین نمونہ آپ نے پیش کیا۔ بعض دفعہ انتہائی پریشانیوں سے بھی دو چار ہونا پڑا۔ لیکن خداداد وقار اور وجاہت کو کبھی ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ دشمنوں سے بھی باوقار اور مدبرانہ برتاؤ رکھتے تھے اور غریبوں کی دستگیری محض رضائے الٰہی کے لئے اپنی قلبی کیفیت کے ماتحت کرتے تھے۔ جاہ طلبی تکرار اور نخوت آپ کی طبیعت میں بالکل نہیں تھا اور چودھراہٹ کا خمار بھی اس نیک فطرت اور کمال انسان پر اثر انداز نہ ہوا۔ آپ نے انسانی مساوات کا عملی سبق زندگی بھر پیش کیا۔ اور دعوت احمدیت کا والہانہ جوش ہمیشہ ان کے دل میں موجزن تھا۔ الفضل اور کتب سلسلہ پڑھنے کا عشق اپنے اندر رکھتے تھے۔ شائد یہی وجہ تھی کہ آپ ادبی اعتبار سے بہت اچھی اردو لکھ سکتے تھے۔ اور خوش نویس تھے۔ غرض ہر بات ہر کردار اور ہر شعبہ زندگی میں صفائی نظافت اور نجیبانہ کمال حاصل تھا آپ نے احمدیت کو علی وجہ البصیرت سمجھا اور قبول کیا تھا۔ آپ کو حضرت مصلح موعود سے بے مثال اور قابل رشک محبت بلکہ عشق تھا''۔

آپؓ کی وفات 10 رجنوری 1955ء کو ہوئی۔

اسلام کی حقانیت کا ثبوت

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں: ''ایک انگریز نے مجھ سے سوال کیا کہ سائنس کی اس قدر ترقی کے باوجود آپ کا خیال ہے کہ اسلام غالب آئے گا؟ ...... میں نے جواب دیا مجھے اس کا ایسا ہی یقین ہے جیسا اپنی ہستی کا۔

شملہ کے آریہ سماج کے سیکرٹری صاحب ایک دفعہ مجھے ملنے آئے اور سوال کیا کہ اسلام کی صداقت کا ثبوت کیا ہے؟ میں نے کہا...... اسلام نے مجھے اپنی صداقت کے متعلق یقین دیا ہے۔ کہنے لگے کیا آپ سمجھتے ہیں مجھے اپنے مذہب پر یقین نہیں۔ میں نے کہا جیسا یقین آپ کو ہے ویسا تو ہر عیسائی، موسائی غرضیکہ تمام مذاہب کے ماننے والوں کو ہے۔ ...... کہنے لگے پھر یقین کسے کہتے ہیں؟ میں نے کہا میں اپنے بیوی بچوں کو ساتھ لے کر یہ قسم کھاتا ہوں کہ اے خدا! اگر اسلام تیرا مذہب نہیں اور قرآن تیری طرف سے نہیں تو ہم سب کو ہمیشہ کے لئے ہدایت سے محروم کر دے اور ہم پر اپنا غضب نازل کر۔ آپ بھی اپنے مذہب کے متعلق ایسی قسم کھائیں۔ کہنے لگے بیوی بچوں کو کیوں شامل کیا جائے؟ میں نے کہا جس گولی نے لگنا نہیں اس سے ڈر کیسا؟ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو شک ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ ایمان کے کئی مدارج ہوتے ہیں اور مشاہدہ ایسے مقام پر پہنچا دیتا ہے کہ کسی قسم کا شک باقی نہیں رہتا''۔

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کی شفقت

حضرت مصلح موعودؓ کی سیرۃ کے بیان میں مکرم جمعدار فضل دین صاحب کا بیان ہے کہ 1954ء میں ربوہ کی بعض عمارات کی تعمیر کی نگرانی میرے سپرد تھی۔ ان دنوں لوہا کنٹرول ریٹ پر بکتا تھا۔ چنانچہ مجھے دفتر والوں نے آٹھ ہزار روپے دے کر لاہور بھیجا جہاں میں تیرہ چودہ روز چکر لگاتا رہا۔ ایک روز 5200/روپے لے کر بازار گیا تو بٹوا کہیں کھو گیا۔ مجبوراً بقیہ رقم کا لوہا خرید کر ربوہ پہنچا اور جن احباب سے رقم لے کر گیا تھا انہیں یہ تحریر دیدی کہ گمشدہ رقم مَیں اُنہیں ادا کردوں گا اور اگر میں ادا نہ کرسکا تو میری اولاد یہ روپیہ ادا کرے گی۔ یہ خبر کسی ذریعہ سے حضرت مصلح موعودؓ تک پہنچی تو آپؓ نے دریافت فرمایا کہ جب جمعدار فضل دین کو آٹھ ہزار روپیہ دیا گیا تھا تو روپے کی حفاظت کے لئے اس بوڑھے اور کمزور انسان کے ساتھ کیا کسی اور شخص کو بھی بھیجا گیا تھا؟ نفی میں جواب ملنے کے بعد حضورؓ نے فرمایا کہ یہ روپیہ اس سے وصول نہ کیا جائے۔

آپ مزید بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ مجھے اپنے بیٹے کے داخلہ اور فیس کے لئے رقم کی ضرورت تھی۔ میں نے ناظر اعلیٰ صاحب کو درخواست دی کہ مجھے یکصد روپیہ بطور قرض دیا جائے، میری کوئی جائیداد نہیں ہے اور صرف پینشن 23/روپے ہے جس میں سے 15/روپے بطور قسط ادا کرتا رہوں گا۔ یہ درخواست جب منظوری کے لئے حضورؓ کے پاس پہنچی تو آپؓ نے دفتر کے توسط سے مجھے ایک سو روپیہ بھجوا دیا اور یہ بھی فرمایا کہ یہ روپیہ واپس نہ لیا جائے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی حکمت

دریائے راوی میں تعلیم الاسلام کالج ربوہ اور اسلامیہ کالج لاہور کی ٹیموں کے مابین کشتی رانی کا مقابلہ ہونے والا تھا اور طلبہ کی نعرہ بازی کی وجہ سے فضا بہت مکدر ہو چکی تھی۔ ایسے میں اسلامیہ کالج کے پرنسپل نے مائیک پر آکر اعلان کیا کہ اُن کی ٹیم اگر اوّل آئی تو اسے ایک سو روپے انعام ملے گا۔ اس پر تعلیم الاسلام کالج کے پرنسپل حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ نے فوراً اعلان کروایا کہ اسلامیہ کالج کی ٹیم اگر جیت گئی تو میری طرف سے بھی انہیں ایک سو روپے انعام دیا جائے گا۔ اس اعلان پر اسلامیہ کالج کی طرف سے زوردار نعرہ بلند ہوا: ''پرنسپل ٹی۔آئی کالج زندہ باد'' اور جذبات کی کدورت دُور ہوگئی۔ دوسری طرف اس اعلان نے تعلیم الاسلام کالج کی ٹیم پر بھی ایسا نفسیاتی اثر کیا کہ ایک سخت مقابلہ کے بعد وہ چیمپئن شپ جیت گئی۔

ایک خدائی خبر کے مصداق

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 1906ء میں بیان فرمایا کہ مَیں نے دیکھا کہ رات کے وقت مَیں ایک جگہ بیٹھا ہوں اور ایک اَور شخص میرے پاس ہے۔ تب مَیں نے آسمان کی طرف دیکھا تو مجھے نظر آیا کہ بہت سے ستارے آسمان پر ایک جگہ جمع ہیں۔ تب میں نے ان ستاروں کو دیکھ کر اور اُنہیں کی طرف اشارہ کرکے کہا ''آسمانی بادشاہت''۔ پھر معلوم ہوا کہ ایک شخص دروازہ پر ہے اور کھٹکھٹاتا ہے۔ جب میں نے دروازہ کھولا تو معلوم ہوا کہ ایک سودائی ہے جس کا نام میراں بخش ہے۔ اس نے مجھ سے مصافحہ کیا اور اندر آگیا۔ اس کے ساتھ ایک شخص بھی تھا مگر اس نے مصافحہ نہیں کیا اور نہ وہ اندر آیا۔ اس کی تعبیر مَیں نے یہ کی کہ آسمانی بادشاہت سے مراد ہمارے سلسلہ کے برگزیدہ لوگ ہیں جن کو خدا زمین میں پھیلا دے گا اور اس دیوانہ سے مراد کوئی متکبر، مغرور، متموّل یا تعصب کی وجہ سے کوئی دیوانہ ہے، خدا اس کو توفیق بیعت دے گا۔

میراں بخش آف دوالمیال بڑے متکبر، مغرور، متعصب اور احمدیت کے اشد مخالف تھے۔ ایک دفعہ آپ اپنے ایک ساتھی بابا بہادر صاحب کے ہمراہ لاہور کسی حاضری پر گئے۔ فارغ ہوکر آپ نے اپنے ساتھی سے کہا کہ ہر روز مرزا قادیانی کے قصے سنتے ہیں۔ اب لاہور آگئے ہیں کیوں نہ قادیان جاکر اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ آپ کے ساتھی نے اتفاق کیا۔ چنانچہ دونوں رات کو بٹالہ پہنچ گئے۔ قادیان کے لئے کوئی سواری میسر نہ آئی تو اسی وقت پیدل قادیان چل پڑے اور صبح کی نماز کے وقت وہاں پہنچ کر مسجد مبارک کی سیڑھیوں پر ستانے بیٹھ گئے۔ وہاں آپ کے ساتھی بابا بہادر کے دل میں وسوسہ آیا اور اس نے آپ سے کہا کہ میرا دل نہیں مانتا، تُو جا اور مرزا صاحب کو دیکھ آ۔ میراں بخش نے اس کو بہت سمجھایا، سفر کا مقصد یاد دلایا لیکن وہ نہ مانا۔ چنانچہ آپ اکیلے ہی مسجد میں پہنچے اور جب حضرت اقدس علیہ السلام کا چہرہ مبارک دیکھا تو خود کو بھول گئے اور فوراً قبول احمدیت کی سعادت پائی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جو خبر حضور علیہ السلام کو دی تھی وہ بعینہٖ پوری ہوئی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت

حضرت میاں فضل محمد صاحبؓ آف ہرسیاں نے 1895ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دستِ مبارک پر بیعت کی سعادت حاصل کی۔

کچھ عرصہ بعد آپؓ کو خواب میں آپؓ کی عمر 45 سال بتائی گئی۔ اس پر آپؓ حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رو پڑے اور عرض کیا کہ میرا تو خیال تھا کہ احمدیت کو جو ترقیات نصیب ہونے والی ہیں اُنہیں دیکھوں گا مگر مجھے خواب آئی ہے کہ میری عمر صرف 45/سال ہے۔

حضورؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے طریق نرالے ہوتے ہیں، شاید وہ ''45'' کو ''90'' کردے۔ پھر جب آپؓ 1956ء میں فوت ہوئے تو آپؓ کی عمر 90 برس تھی۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے آپؓ کی وفات پر اس واقعہ کا ذکر فرماتے ہوئے 45 سال کی عمر کے بعد کے ہر سال کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا ایک نشان قرار دیا۔

سیرت حضرت مسیح موعودؑ

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ بیان فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام قادیان تشریف لانے والے احمدی احباب سے عموماً اُن کے شہر میں سلسلہ کی مخالفت کے بارہ میں دریافت فرمایا کرتے تھے اور اگر جواب نفی میں ہوتا تو اظہار افسوس فرماتے کہ مخالفت نہیں ہے تو پھر ترقی کیسے ہوگی؟۔

دوسرا سوال عموماً مسجد کے بارے میں ہوتا، آپ فرمایا کرتے تھے: ''خدا کی عبادت کے واسطے جگہ ضرور بنوانی چاہئے خواہ ایک تھڑا ہی کیوں نہ ہو''۔

حضور کی مخالفت میں جو اشتہار شائع ہوا کرتے تھے اُنہیں حضور ایک بستہ میں رکھتے جاتے تھے۔ چنانچہ ایسے اشتہاروں کا بہت بڑا بستہ بن گیا تھا۔

حضور کی بے نفسی کا یہ عالم تھا کہ 1897ء میں ملتان جاتے ہوئے دو روز کے لئے لاہور میں قیام فرمایا تو ایک نہایت غریب ان پڑھ احمدی حضرت صوفی احمد دین صاحبؓ ڈوری باف کی درخواست پر اُن کے ہاں کھانا تناول فرمانے تشریف لے گئے۔